انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1 1960 October
2 1961 July
3 1961 December
4 1962 Feb
5 1962 May
6 1962 October
7 1963 January
8 1963 June
9 1963 September
10 1964 Feb
11 1964 March
12 1965 January
13 1965 May
14 1965 July
15 1966 June
16 1969 Feb
17 1969 December
18 1970 December
19 1971 Feb
20 1971 November
21 1972 May
22 1972 December
23 1973 March
24 1973 March
25 1973 December
26 1975 March
27 1978 Feb
28 1980 July
29 1981 July
30 1982 Feb
31 1982 July
32 1984 April
33 1959 Agust Rizwan
34 1965 March Hanfi
35 1967 April May
36 1968 October November
37 1969 agust
38 1969 March April
39 1970 May June
40 1971 Agust
41 1971 Janu Feb
42 1973 Agust
43 1973 Aril
44 1974 Agust September
45 1975 December
46 1976 March April
47 1979 June july
48 1980 Dec 1981 Janu
49 1980 October NOvember
50 1981 Jantaree
51 1982 1983 Dec Jan
52 1982 March April
53 1982 May June
54 1983 Feb March
55 1983 May June
56 1983 Nov Decemb
57 1984 Jan Feb
58 1984 October Jantare
59 Aaena Khalq e Muhamadi
60 Majmua Hazar Masla

شہید کربلا نمبر
شہید کربلا نمبر
زیر سرپرستی اعلیٰحضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم علی پوری
انجمن خدام الصوفیہ
کا دینی، مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار صوفیائے کرام کی جان
علمائے امت کا
مرغوب قلب رسالہ
ماہنامہ
انوار الصوفیہ
قصور پاکستان
مدیر مسئول
غلام رسول انور
نگران اعلیٰ
سید اختر حسین علی پوری
مدیر معاون
مولانا عبد العزیز مرتضائی
جلد (۱)
شمارہ (۱۱)
جولائی سنہ ۱۹۶۱ء
محرم الحرام سنہ ۱۳۸۱ھ
زرِ سالانہ
پاکستان و بھارت سے پانچ روپے فی کاپی
معاونین کرام سے بیس روپے ۸ ر
سرپرست حضرات سے تیس روپے (پچاس پیسے)
یہ سرخ نشان
اس امر کی دلیل ہے کہ اب تک آپ کا چندہ وصول نہیں ہوا۔ ادارہ نے آپ کو یہ اطلاع غیر معمولی تاخیر کے بعد دی ہے امید ہے آنجناب اس جانب توجہ فرما کر آج ہی بذریعہ منی آرڈر اپنا سالانہ چندہ مبلغ ۵ روپے ارسال فرما کر مشکور فرماویں گے۔
مقام اشاعت
قصور، کوٹ عثمان خان

([illegible]) غلام رسول گوہر ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا)

ماہِ جون کے شمارہ میں اعلان کیا تھا کہ آئندہ ماہِ جولائی کا شمارہ "شہیدِ کربلا نمبر" ہوگا۔ اس اعلان کے مطابق قارئین کی خدمت میں "شہیدِ کربلا نمبر" پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہے ہیں۔ عاشورہ محرم سے بہت تھوڑا شائع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ محکمہ ڈاک کی طرف سے رسالہ کی اشاعت کیواسطے ہر انگریزی ماہ کی دس تاریخ متعین ہے۔ اس حساب سے اس کو دس جولائی مطابق ۲۶ محرم کو ہی شائع ہونا تھا۔ اس سے قبل اگر ہم ماہِ جون کا رسالہ جو دس جون مطابق ۲۵ ذوالحجہ کو شائع ہوا تھا۔ "شہیدِ کربلا نمبر" کے نام سے شائع کرتے اور اس کا اعلان اس سے سابق اپریل و مئی کے شمارہ میں کرتے تو شہیدِ کربلا نمبر طلوعِ ماہِ محرم سے پہلے ہی قارئین کی خدمت میں پہنچکر عین موقع پر اپنے مضامین کی افادیت سے قارئین کو مستفیض اور محظوظ ہونے کا موقع دے سکتا تھا لیکن بعض نجی مصروفیتوں کی وجہ سے اس نکتہ پر اطلاع نہ پا سکے۔ اس لئے ہم قارئین سے اس کوتاہی اور فروگزاشت کیلئے معذرت خواہ ہیں امید ہے معاف فرمائیں گے۔ آئندہ یہ اہتمام کر لیا جایا کریگا کہ ماہِ حال کی تاریخ اشاعت اگر کسی اسلامی یوم تقریب کے مطابق نہ ہوئی تو اس سے سابق ماہ کے رسالہ کو اس تقریب کے مطابق شائع کر دیا کرینگے یہ مطابقت اور عدم مطابقت ڈائری یا جنتری سے ایک ماہ قبل ہی دریافت کر لی جایا کریگی۔ تاکہ قارئین کو آنے والے اسلامی تہوار کے مطابق چند یوم قبل یا عین اسی دن رسالہ مل جایا کرے۔ اس قاعدہ سے آئندہ شمارہ جو اس ماہ کے بعد ۱۰۔ اگست مطابق ۲۷ صفر کو شائع ہوگا وہ حضور پُر نور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی مناسبت سے جو ۱۲۔ ربیع الاول کو ہوگا "عید میلاد نمبر" کے نام سے شائع کیا جائیگا۔ شہیدِ کربلا نمبر جو آپ کے سامنے ہے اس میں وہی مضامین لکھے گئے ہیں جو اس عنوان اور موضوع کے مناسب ہیں۔ جو مضامین ہر ماہ مسلسل انوار الصوفیہ میں شائع ہوتے ہیں۔ وہ بوجہ گنجائش نہ ہونے کے شائع نہیں ہو سکے، آئندہ اشاعتوں میں ان کا سلسلہ بدستور قائم کیا جائیگا۔

عام طور پر ماہِ محرم کو ماتم اور سوگ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اس ماہ کے طلوع ہوتے ہی وہ لوگ جو "محبانِ اہلِ بیت" کے لقب سے اپنے آپ کو موسوم کرتے ہیں (حالانکہ کوئی مسلمان نہیں جس کو اہلِ بیت سے محبت نہیں ہے) سیاہ لباس پہن لیتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام لے کر چلا چلا کر روتے پیٹتے ہیں، اور زیب و زینت اور نکاح اور کئی طرح کے مباحات کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی عوام یہ اثر لے لیتے ہیں کہ ہم اہلِ اسلام کا سال رنج و غم آہ و بکا سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے تھوڑا بہت بعض امور میں اعتقاداً اور بعض میں عملاً اس مہینہ میں سوگ کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی جو سر اور داڑھی کو مہندی لگایا کرتا تھا اس کے بال سفید ہو رہے تھے۔ اس سے کسی نے کہا، آپ نے مہندی نہیں لگائی۔ اس نے کہا محرم کی وجہ سے، حالانکہ وہ پکا

اہلِ السنت والجماعت اور سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہے اہلِ سنت وجماعت کے ہاں بھی قصداً نکاح کی تقریبات کو محرم کے مہینہ میں ملتوی کیا جاتا ہے حالانکہ اسلام نے ماتم اور سوگ اور نوحہ کرنے سے بڑی سختی سے منع کیا ہے۔ اسلام کے نزدیک کوئی مہینہ اور کوئی دن سوگ کا نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے منہ کو پیٹا اور گریبان کو پھاڑا، اور جاہلیت کا سا دعویٰ کیا' ایک حدیث میں آپ نے بین کرنے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ خود سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشتِ کربلا میں اہلِ بیت کو یہ وصیت فرمائی۔

" میری مصیبت پر بال نہ نوچنا اور گریبان نہ پھاڑنا۔ اے میری بہن زینب! تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت پر صبر کیا تھا اسی طرح تم نے بھی میری مصیبت پر صبر کرنا......" اصل بات یہ ہے کہ یہ دنیا دارِ فانی ہے یہاں ہمیشگی کسی کے واسطے بھی نہیں۔ وہ آدمی بڑا خوش قسمت ہے جس نے اپنی اس مستعار اور فانی زندگی کے عوض دائمی اور ابدی زندگی حاصل کر لی' شہداء کرام نے اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانوں اور دنیا کے مال ومتاع کو قربان کر کے ابدی زندگی حاصل کر لی ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب میں زندہ کہا۔ شہداء اعلیٰ علیین میں مسرت وشادمانی کی ابدی زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ ان کے یومِ شہادت کو ہر سال ماتم اور سوگ کرنا، ان سے محبت کرنا نہیں ہو سکتا ان کی محبت یہ ہے کہ انہوں نے ایثار اور ضبطِ نفس اور صبر وتحمل' اور اسلام دوستی کا جو سبق دیا ہے اس کو اپنائیں۔ اور اس کے مطابق عمل کر کے ان کی روح کو خوش کریں۔ ماہِ محرم کی حقیقت وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے عہد میں تھی۔ اور قیامت کے دن تک وہی رہیگی۔ اس ماہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر معتبر اور مستند روایات سے کرنا چاہیئے۔ اگر واقعِ شہادتِ امام سے جو کربلا میں ظہور پذیر ہوا آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں' رونا آجائے تو منع نہیں بلکہ باعثِ رحمت اور خوشنودیٔ مولا ہے۔ حرام وہی امور ہیں جن کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

o حضرت امیرِ ملت شہنشاہِ اقلیمِ ولایت مولانا الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے دامنِ عقیدت سے وابستگان کو آج تک دو چیزوں کا بڑا انتظار رہا ہے۔ ایک حضرت امیرِ ملت قدس سرہٗ کی سوانح حیات' دوسرا آپ کا مزار شریف' ان دو چیزوں کے منصۂ شہود پر آنے میں جتنی تاخیر ہوتی رہی آپکے غلاموں کی بے چینی اور بے تابی اتنی بڑھتی چلی گئی اس لئے کہ محبوب کے عالم شہود سے دوسرے جہان میں چلے جانے کے بعد محبانِ صادق کے قرار وسکون کے واسطے محبوب کے سوانحِ حیات اور اس کے مزار سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ سوانحِ حیات کے مطالعہ سے محبانِ صادق کو اپنے محبوب کی زندگی کا ایک ایک نقش جب سامنے آتا ہے تو وہ یوں سمجھتے ہیں کہ گویا ہمارا محبوب ہمارے سامنے ہے اسی طرح مزار شریف پر حاضری سے بھی دل کو سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اگرچہ مزار شریف کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ وہ آپ کی آخری آرام گاہ کا نام ہے جو اب بھی مریدانِ صادق کے واسطے اپنی روحانی تابشوں کے ساتھ قلب ونظر کے سامنے جلوہ گر اور باعثِ سکون واطمینان ہے لیکن محبت وعشق کا تقاضا ہے کہ یہ مزار شریف حضور کی شان اور مرتبہ کی رفعت کے مطابق فنِ تعمیر کا شاہکار اور عجوبۂ روزگار ہو' سو الحمد للہ حضور کی سوانح عمری بھی لکھی جا رہی ہے جو بالاقساط ماہنامہ انوار الصوفیہ میں شائع

ایک اعرابی

نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کانوں سُنی حدیث بیان کی۔ کہ آپ نے فرمایا "جب تم کسی حاجت کا سوال کرو تو ان چار میں سے کسی ایک سے کرو ۱۔ یا شریف عربی سے کرو ۲۔ یا مولائے کریم سے کرو ۳۔ یا حاملِ قرآن سے کرو ۴۔ یا حسین اور صبیح خوبصورت چہرے والے سے کرو۔ اس کے بعد اس نے عرض کی آپ سے بڑھ کر ساری دنیا میں کوئی عربی شریف نہیں ملتا اس لئے کہ تمام عربیوں کو شرافت آپ ہی کے گھر سے ملی ہے۔ مولائے کریم بھی آپ ہی ہیں اس لئے کہ کرم آپ کی سیرت اور خصلت ہے۔ حاملِ قرآن بھی آپ ہی ہیں اس لئے کہ وہ آپ ہی کے گھر میں نازل ہوا۔ اور حسین و صبیح اور خوبصورت چہرے والے بھی آپ ہی ہیں اس لئے کہ آپ کے نانا نے فرمایا تھا، جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو حسن اور حسین کو دیکھ لیا کرو۔"

جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا "اے اعرابی تیری کیا حاجت ہے مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس نے اپنی حاجت کو زمین پر لکھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں نے اپنے نانا سے سُنا ہے کہ نیکی علم و معرفت کے انداز سے ہوتی ہے۔ اور میرے باپ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہر انسان کی قیمت اس کی خوبی کے مطابق ہوتی ہے۔ میں تجھ سے تین سوال کرتا ہوں اگر تو نے ایک سوال کا جواب دیا تو تیرے واسطے اس تھیلی کا جو اشرفیوں سے بھری ہوئی ہے تیسرا حصہ ہوگا۔ اور اگر تو نے دو سوالوں کا جواب دیا تو تیرے واسطے اس کی دو تہائیاں ہوں گی۔ اور اگر تو نے تینوں سوالوں کا جواب دیا تو تجھے یہ تھیلی ہی دے دی جائیگی۔" اس نے عرض کی پوچھیے، آپ نے فرمایا "پہلا سوال یہ ہے کہ افضل عمل کیا ہے؟" اس نے جواب دیا اللہ کی توحید اور اس کی ذات و صفات پر ایمان لانا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ دوسرا سوال آپ نے یہ کیا کہ بندہ کے ہلاکت سے نجات پانے کا کیا طریقہ ہے، اس نے جواب دیا کہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ رکھے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ تیسرا سوال آپ نے یہ کیا، بندے کے واسطے زینت کیا ہے؟ اس نے کہا "علم" جس کے ساتھ حلم ہو، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بھی بتاؤ کہ اگر وہ اس کو نہ پائے تو پھر کیا کرے اس نے کہا پھر اس میں کرم ہونا چاہیے آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو تو؟ اس نے کہا پھر اس میں فقر و صبر ہونا چاہیے، آپ نے فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو، تو اس نے کہا پھر اس پر آسمان سے کڑکتی ہوئی بجلی گرنی چاہیے تاکہ وہ مر جائے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی اس بات سے خوب ہنسے اور وہ تھیلی اٹھا کر بخشری اور وہ دعائیں دیتا ہوا...

نعت شریف

جناب عمر الدین صاحب عمر بیکانیری

آنکھوں میں بس جائے وہ اللہ کا گھر ہو
دل میں جو اتر جائے وہ محبوب کا در ہو

دل ہے وہی جس دل میں کہ اللہ کا ڈر ہو
وہ آنکھ ہے جس آنکھ کی اللہ پہ نظر ہو

کوچے میں کہیں ان کے اگر میرا گزر ہو
قربان سبھی کر دوں میں دل ہو کہ جگر ہو

جو توڑیں بھر لوں ہو وہ تیری نظر ہو
ٹکڑے ہو دل زار تو مجروح جگر ہو

محشر میں طرفدار ہیں وہ شافع محشر
عصیاں کا گنہگار کو کیا خوف و خطر ہو

اللہ کے محبوب سے ہے عشق ہمارا
اللہ کرے عمر بھی اس میں بسر ہو

اس روئے مبارک سے ہے کیا مہر کو نسبت
اس پائے مبارک سے مقابل نہ قمر ہو

کچھ ہند میں مرنے کا نہ جینے کا مزہ ہے
طیبہ کو چلا جاؤں مرے پاس جو زر ہو

جنت کا گماں ہو مجھے ہر ایک قدم پر
تقدیر سے در پیش جو طیبہ کا سفر ہو

معلوم ہے مولیٰ کو جو حالت ہے ہماری
ممکن نہیں مولیٰ کو نہ حالت کی خبر ہو

بر آئے الٰہی یہ تمنا مرے دل کی
میری یہ جبیں ہو ترے محبوب کا در ہو

اے دل! تجھے تب جانوں میں تو کام کا دل ہے
محبوب خدا یاد تجھے آیا پہر ہو

دیکھ آؤں ان آنکھوں سے گلزار مدینہ
اللہ کرے نخل تمنا میں ثمر ہو

ہر سانس ہے دوبھر مجھے دوری میں تمہاری
تم پاس بلا لو مجھے دوری کا نہ ڈر ہو

اس در کے سوا اور ٹھکانہ نہیں کوئی
اللہ کرے اب تو وہی در سر اگر ہو

حسرت ہے یہی دل کی تمنا یہی شیدا
بستر ہو مرا اور مرے شیخ کا در ہو

شیدا کے تم آقا ہو، یہ شیدا ہے تمہارا
کیوں تم پہ نہ قربان یہ دل، جان جگر ہو

حسین علیہ السلام

از شاہ انصار صاحب الٰہ آبادی

حسین" اسمِ گرامی ہے، زہد و طاعت کا — حسین" اسمِ گرامی ہے، عزم و ہمت کا
حسین" اسمِ گرامی ہے، حُسنِ فطرت کا — حسین" اسمِ گرامی ہے، فضل و رحمت کا
حسین" جانِ دو عالم کی جان ہیں واللہ — حسین" درسِ عمل کی زبان ہیں واللہ
حسین" شاہدِ معنیٰ کی آن ہیں واللہ — حسین" شانِ حقیقت نشان ہیں واللہ
حسین" منزلِ مقصود کی نشانی ہیں — حسین" پیکرِ اسلام کی جوانی ہیں
حسین" سجدۂ معبود کی گرانی ہیں — حسین" چشمۂ توحید کی روانی ہیں
حسین" دعوئے صدیق کی صداقت ہیں — حسین" عظمتِ فاروق کی عدالت ہیں
حسین" طاعتِ عثمان کی حمیت ہیں — حسین" خالقِ کونین کی ودیعت ہیں
حسین" مجلسِ آداب و زہد کی تصویر — حسین" روحِ عمل! جانِ عزم کی تحریر
حسین" حُسنِ تنویرِ عشق کی تقدیر — حسین" مسئلۂ زیست کی حسین تفسیر

انہیں کو کہتے ہیں دنیا میں خلد کا سردار
انہیں کے خوں سے روشن ہوئے چراغِ بہار

یہی ہیں فکرِ مشیت کے آخری شہکار — یہی ہیں گلشنِ انسانیت کے ذمہ دار
انہیں کے جذبۂ پیہم کی ایک کیفیت، — شعورِ عشق و محبت ہیں مظہرِ قدرت
یہی ہیں قلبِ رسالت پناہ کی حرکت — یہی ہیں شاہِ ولایت کی مستقل صورت
غم و الم ہیں مسرت! انہیں کے صدقے میں، — عمل کی روحِ لطافت انہیں کے صدقے میں،
مجاز بھی ہے! حقیقت انہیں کے صدقے میں — مہیب دشت ہے، جنت انہیں کے صدقے میں
حسین" فخر ہیں دنیائے رنگ و بو کیلئے — حسین" ناز ہیں تکمیلِ جستجو کے لئے
عزیز جان تصدق کی! آبرو کے لئے — جگر کا خون دیا اور فقط وضو کے لئے

حسین" واقعی سرِ دفترِ عبادت ہیں!
حسین" اپنے اب و جد کے دل کی حرکت ہیں

• جناب شاہد انصار الٰہ آبادی •

سلام ـــــ بحضور امامِ عالی مقام

یا شہِ کربلا! سلام علیک — یا شہیدِ وفا سلام علیک
عشق کے ناخدا سلام علیک — راحتِ مصطفےٰ سلام علیک

شہِ کربلا! سلام علیک

سر بریدہ ہے، بولتا قرآں — مظہرِ کبریا سلام علیک
قسمتِ دینِ حق چمک اٹھی — آفتابِ ھُدا سلام علیک

یا شہِ کربلا! سلام علیک

آپ کا غم ہے عیشِ روحانی — غمِ معجز نما سلام علیک
منزلِ بے نوا بہشت بنی — سیدِ بے نوا سلام علیک

یا شہِ کربلا! سلام علیک

ہمہ تن صلِ الا کی تصویر — عظمتِ دینِ ما سلام علیک
کیا خَیس ہے حسین کی معراج — دوشِ خیر الوریٰ سلام علیک

یا شہِ کربلا! سلام علیک

ناخدائے سفینۂ اسلام — جانِ صبر و رضا سلام علیک
تہہِ شمشیر بھی لبوں پہ نہیں — عشق کی انتہا سلام علیک

یا شہِ کربلا! سلام علیک

نورِ حق کی شبیہ ہیں اکبر — اے محمد نما سلام علیک
فکرِ انصار! کیا سلام لکھے — وہ ہیں سرتا بپا سلام علیک

یا شہِ کربلا! سلام علیک

قرۃ العین فاطمہ زہرا، — مرضیِ مرتضیٰ، سلام علیک،
آفتابِ سپہرِ مصطفوی، — مقتدا مہتدا سلام علیک،

یا شہِ کربلا! سلام علیک

سلام

(مرسلہ:- ماسٹر اللہ رکھا صاحب راولپنڈی)

غمِ حسین میں ہوں گی جو اشکبار آنکھیں
ہمیشگی باندھے ہوئے آنسوؤں کا تار آنکھیں

پُر آب دیکھی تھی جو چشمِ عابدِ بیمار
ضرور خلد کی لوٹیں گی یہ بہار آنکھیں

اکیلے روئے تھے یوسف کے غم میں بس یعقوب
کبھی نہ توڑیں گی یہ موتیوں کا ہار آنکھیں

یہ غمِ حسین کا وہ غم نہیں جو دل سے ہٹے
اسی کے غم میں ہیں نرگس کی سوگوار آنکھیں

اِن آنسوؤں سے بہا دیں ابھی یہ عالم کو
غمِ حسین میں ہیں لاکھوں اشکبار آنکھیں،

یہ جانتے ہو سیاہ پوش تیلیاں کیوں ہیں
یقیں ہے روئیں گی تا حشر زار زار آنکھیں،

جب آئیں رن سے عزیزوں کی لاشوں لائیں
کریں اگر نہ قیامت کا انتظار آنکھیں،

جو وقفِ گریۂ غمِ ابنِ بوتراب میں ہیں
غمِ حسین میں رہتی ہیں سوگوار، آنکھیں،

نگاہ پار گزر جائے جیسے شیشہ سے
فلک کو دیکھتی سرور کی بار بار آنکھیں

کبھی نہ قبر کا دیکھیں گی وہ فشار آنکھیں،
یوں ہی حسین کی جائیں فلک کے پار آنکھیں،

نجف کو جانا مجھے گر نصیب ہوا ے فیض
کروں میں روضۂ شبیرؑ پہ نثار آنکھیں

شہیدِ کربلا

از
مولانا
مہر
محمد خاں
صاحب
ہمدمؔ
قر

کربل میں کس نے گھر کو لٹایا ترے بغیر ،
کربل میں کس نے سر کو کٹایا ترے بغیر ،

قرآں کو منبروں پہ سنایا گیا مگر ،
نیزے پہ کس نے چڑھ کے سنایا ترے بغیر ،

سوکھا ہی جا رہا تھا یہ اسلام کا چمن ! ،
خوں دے کے اپنا کس نے بچایا ترے بغیر ،

ظلم و ستم کی ہو گئی ہائے یہ انتہا ،
نیزے پہ کس کے سر کو پھرایا ترے بغیر ،

کربل میں خوں سے کر کے وضو حق کے سامنے ،
کس نے سرِ نیاز جھکایا ، ترے بغیر ،

بیڑا ہمارا بحرِ مظالم میں غرق تھا ،
واللہ آ کے کس نے ترایا ترے بغیر ،

باطل کے سامنے نہ جھکا کر سرِ فراز ،
گرتے ہوؤں کو کس نے اٹھایا ترے بغیر ،

خنجر رواں گلے پہ تبسم ہو زیرِ لب ،
ہمدمؔ سبق یہ کس نے پڑھایا ترے بغیر ،

ابنِ علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ
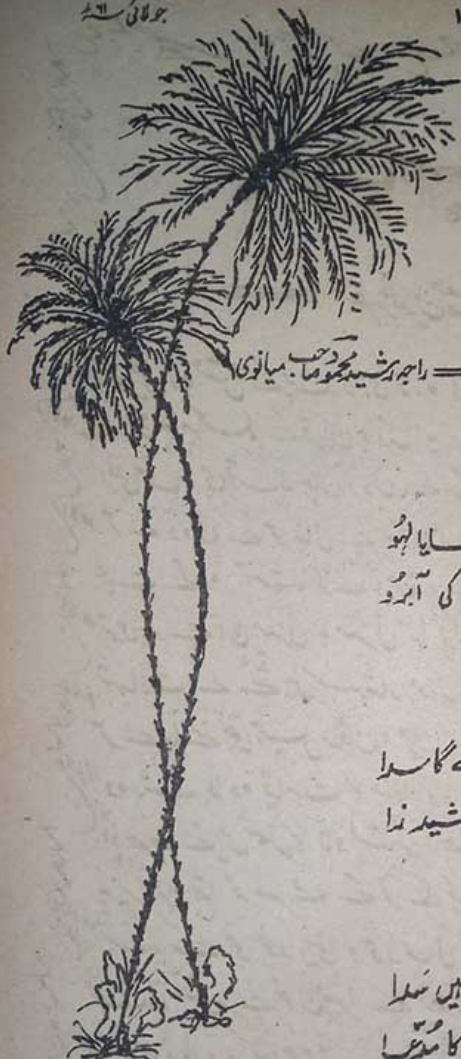
راجہ رشید محمود صاحب میانوی

تیری عظمت ہے رخشندہ ابنِ علی
تیرے پیغام سے زندگی، مل گئی

دشتِ کرب و بلا میں بہایا لہو
تو ہے تاریخِ اسلام کی آبرو

تیرے انصار تھے وہ شجاع و جری
جن کو دنیا پہ حاصل ہوئی برتری

تیرا پیغام روشن رہے گا سدا
تیرا اسمِ گرامی ہے خورشید زا

تیغِ دو دم تھی تیری، وہ الاماں
جس نے میدان میں لاشوں سے باندھا سماں

تیری راہوں پہ چلتے رہے ہیں سدا
ہم سمجھتے ہیں اس زیست کا مدعا!

راہِ حق میں مریں، زندگی ہے یہی
ہے دراصل محمود سچی خوشی

بحضرت حسین علیہ السلام

منظہر الدین صاحب۔ راولپنڈی

جلو میں رہِ عشق کے چند راہی زرہ کی جگہ جن کا ملبوس سادہ،
ترے عزمِ محکم کے قربان جاؤں، یہ سامان اور کربلا کا ارادہ؟
ابھی تک وہی قبلۂ جان و دل ہے ابھی تک وہیں عشق ہے سر نہادہ،
ترے ذوق نے جو بنائی ہے منزل ترے شوق نے جو تراشا ہے جادہ
محبت کے رمز آشنا کرنے آئیں ترے صدق و اخلاص سے استفادہ
تری یاد ہے آج منزل بہ منزل ترا ذکر ہے آج جادہ بہ جادہ
شہادت کے نشے میں سرشار ہو کر کیا تو نے جب کربلا کا ارادہ
ترے سامنے تھی اجل سر فگندہ ترے سامنے تھی قضا سر نہادہ
وہ دشتِ بلا وہ قیامت کا منظر وہ لاشوں کے انبار اللہ اکبر
اُدھر سائے میں شمر کا لاؤ لشکر اِدھر دھوپ میں ہاشمی خانوادہ
یہ تیرا کرم تھا کہ سر دے کے تُو نے کیا زندہ روحِ صداقت کو دوبارہ
سیاست تھی خود بینی و خود نمائی، صداقت پہ تھا مصلحت کا لبادہ
محبت کی تفسیر ہے خون تیرا ہے فطرت کو مطلوب مضمون تیرا،
جو تیری زبان پر تھا حرفِ صداقت جہاں کر رہا ہے اسی کا اعادہ

تضمین غزل مولانا حالیؒ

(مولانا حامد حسن صاحب قادری)

اعلیٰ حضرت قبلۂ عالم رضی اللہ عنہ کو مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل بہت پسند تھی۔ اکثر پڑھوا کر سنا کرتے تھے، میں نے اسی بنا پر اس کی تضمین کی تھی اور خدمت اقدس میں سنائی تھی۔ (حامد حسن قادری)

•

خدا کی ہے بندوں پہ رحمت عجب کچھ
نہیں خاص اس میں عجم کچھ، عرب کچھ
نہیں ہم بھی محروم انعام اب کچھ
وہ فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

علی پور میں بخششیں ہیں عجب کچھ
کوئی اور دیتا ہے اس طرح کب کچھ
سبب سے یہ دیتے ہیں کچھ بے سبب کچھ
یہ اللہ والے ہیں، دیتے ہیں سب کچھ
مگر چاہیئے ان سے لینے کا ڈھب کچھ

نہیں کام کا صرف شور و شغب کچھ
اٹھاؤ محبت میں رنج و تعب کچھ
کرو پہلے پیدا مذاقِ طلب کچھ
تمہیں چاہیئے پہلے سیکھو ادب کچھ
فقیروں سے ہوگا کہیں فیض تب کچھ

مقرر ہیں یاں کے اصول و قواعد،
گواہ اس پہ قرآں ہے، تاریخ شاہد
یہاں دیکھ لیتے ہیں دل کے مقاصد،
کسی کو نہیں ملتی یاں بھیک زائد
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

یہاں آئے عشق و محبت کا بندا
فلاں کا ہے کام اور نہ ابنِ فلاں کا
یہاں رائیگاں ہے مشیخت کا دعوا
جو کچھ چاہو بن آؤ تم میر و مرزا
نہیں پوچھتے یاں حسب اور نسب کچھ

بھلے تو بھلے ہیں، بُروں کو نباہا،
رکھا عفو سے زخم عصیاں پہ پھاہا
نگاہِ کرم میری جانب بھی ڈالا،
دیا تو نے یاں جس بہانے سے چاہا
ہنر کام آیا نہ علم و ادب کچھ

سلام — بہ روحِ پنجتن پاکؑ

الحاج میاں نور محمد صاحب نور جماعتی چشتوی

ہو درود آپ پہ اے عرش کے جانے والے
مرحبا صلّی علیٰ کفر مٹانے والے

تجھ پہ بندوں کا ہو یا حیدرِ کرار سلام
بختِ اسلام کی بگڑی کے بنانے والے

حضرتِ فاطمہؓ پر لاکھوں سلام امت کے
جن کے دلبند ہوں عصیاں کے چھڑانے والے

زہر سے جس کا جگر پارہ ہوا اس پہ سلام
اے حسنؓ راہِ حقیقت کی دکھلانے والے

اے حسینؓ ابنِ علیؓ، فاطمہ کے لال سلام
پارِ اسلام کے بیڑے کو لگانے والے

دل میں تھی جذبۂ ایماں کی حرارت کیسی
خرمنِ کفر و ضلالت کے جلانے والے

ہے شہادت تیری واللہ بنائے توحید
مولا والے میرے اللہ سے ملانے والے

اے امامت کے دھنی تیری شہادت کے نثار
نار سے امتِ عاصی کو چھڑانے والے

کربلا والوں نے افشا یہ کیا رازِ حیات
تا ابد جیتے ہیں ہستی کے مٹانے والے

جان دی راہِ صداقت میں لٹایا گھر کو
کتنے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

امتحاں صبر و رضا آپ کا مقصود تھا نور
ورنہ پیاسے رہیں کوثر کے لٹانے والے

شہیدِ کربلا

جناب راجہ رشید محمود صاحب میانوی

اے ساحلِ فرات کے پیاسے، ترے نثار
اے آخری نبیؐ کے نواسے! ترے نثار

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳ شعبان سنہ ۴ھ مدینہ منورہ میں تولد ہوئے، آپ فخرِ دو عالم رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چھوٹے نواسے، فاطمۃ الزہرا خاتونِ جنت (رضی اللہ عنہا) اور حضرت شیرِ خدا، بابِ مدینۃ العلم (کرم اللہ وجہہ) کے نورِ نظر تھے، آپ نے بادشاہِ کونین حضرتِ علی اور حضرت فاطمہ کے آغوشِ شفقت میں تعلیم و تربیت حاصل کی، امام حسین کی پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی۔ جہاں رات دن سوائے ذکرِ خدا کے کسی اور کام کا چرچا نہ تھا، نانا سید الانبیاء، باپ امام المتقین، والدہ سیدۃ النساء اور خاتونِ جنت، آپ اس ذاتِ پاک کے نواسہ محرم تھے۔ فرشتے اور حوریں جن کی سلامی کے لئے آتے تھے، جن کے اس دنیا پر تشریف لانے سے کفر کی تاریکی یکایک نور کے اجالے میں تبدیل ہوگئی۔

آغوشِ نبوی میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد امام حسین ایسے کیوں نہ ہوتے کہ عالمِ اسلام، بلکہ تمام دنیا کو ان پر فخر ہو، آں حضور کو آپ کے ساتھ والہانہ محبت تھی آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا۔ کہ حضور نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جاتے تو امام حسین رضی اللہ عنہ معصومیت میں آپ پر سوار ہو جاتے۔ آپ اپنی تسبیحیں لمبی کر دیتے، جب تک امام حسین خود ہی فخرِ دو عالم سے علیحدہ نہ ہو جاتے، فخرِ موجودات سجدے میں ہی رہتے، یہ محبت صرف خون کے رشتہ کا تقاضا نہ تھا۔ بلکہ رسول اکرم کے قلبِ مبارک پر حضرت امام کی عظیم ترین قربانی کا عکس موجود تھا۔ وہ قربانی —— وہ مقدس قربانی جو دریائے فرات کے کنارے پیش ہونے والی تھی۔ نفوسِ قدسیہ کی قربانی، جس کا آغاز ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے کیا تھا ؎

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

وہ ذبحِ عظیم ـــــ وہ جلیل قربانی، جسے آپ نے دینِ اسلام
کو زندہ رکھنے کے لئے عالمِ آب و گِل کے سامنے پیش کر کے
ایک فقید المثال اسوۂ حسنہ قائم کیا۔ امام حسین کی قربانی

ہ واحد جو اک نمونہ تھا ذبحِ عظیم کا
اللہ رے انتخاب خدائے حکیم کا

آہ! یہ قربانی! جس کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں
ہے۔ جگر گوشۂ رسول کربلا کے مسافر، کو صحرائے لق
و دق میں تپتی ہوئی ریت پر نہایت مظلومی کی حالت میں
خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ حضرت حسین نے صرف حق کی
پاداش میں مصیبتیں اٹھائیں۔ اپنی آنکھوں کے سامنے ہم شکل
پیغمبر بیٹے اکبر کے دل میں برچھی کا پھالا اترتے دیکھا،
زہرا کی یادگاریں آپ کی نگاہوں کے سامنے چن چن کے
مٹائی جا رہی تھیں۔ آہ، گلزارِ محمد کے معصوم پھولوں کو
گل چینوں نے کس بے دردی اور وحشت سے توڑا
بہشت کے نوجوانوں کے سردار حسینؑ نے سر دے دیا
جان دے دی، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹوں اور
بھتیجوں، بھانجوں اور عزیزوں کو شہید کروا دیا،
لیکن ایک ظالم و جابر شرابی کے ہاتھ بیعت نہ کی ہ

آپ نے دی جان، نہ کی بیعت یزیدِ شام کی
آپ نے قسمت جگا دی عظمتِ اسلام کی

حسین ابن علی کی شہادت نے اسلام کو نئی زندگی
عطا کی تھی۔ آج بھی آپ کا پیغام روشن ہے، ہم آپ
کے نقشِ قدم پر چل کر حیاتِ جاوید حاصل کر سکتے ہیں
بلکہ اس دورِ انحطاط میں اگر ہم نے آپ کے اسوۂ حسنہ
کی تقلید نہ کی تو آج کے یزید دنیائے اسلام پر مسلط
ہو جائیں گے۔ ہم تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔ اسلام
کو اب آنسوؤں کی نہیں شہیدوں کے خون کی ضرورت ہے،

ہ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہماری قوم شاندار ماضی کی مالک تھی۔ تاریخِ اسلام کو
اٹھا کر دیکھو جس روش کو اب ہم ترک کر چکے ہیں۔
اسی پر گامزن ہو کر اسلام کے مجاہدین نے سرکشانِ
دہر کے سروں کو کچل ڈالا تھا۔ ان کا ڈنکا تمام دنیا
میں بجتا تھا۔ لیکن کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ اپنے
اہم فیصلے نوکِ شمشیر سے لکھتے تھے۔ کاش! ہم
اسلاف کے مسلک پر جینا اپنے لئے موجبِ فخر و
مباہات سمجھتے۔

اگر ہم اب بھی اسی اصولِ زندگی کو اپنا لیں،
تو ہم دنیا پر ثابت کر سکتے ہیں کہ آج بھی مسلمان کا
لوہا ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔
بار الٰہا! ہمیں اسوۂ شبیرؓ پر چلنے کی
توفیق عطا فرما، آمین۔

ہ
حلق کٹنے پر بھی سر تن سے جدا ہوتا نہیں،
مردِ حق پرور، اجل سے آشنا ہوتا نہیں

پنجتن پاکؑ

•

خدا ہے ایک دو عالم میں مصطفیٰ بھی ایک
قسم خدا کی ہے مولائے مرتضیٰ بھی ایک
شریکِ شان کوئی تو ان کا ہو نہ سکا
حسن بھی ایک حسین ایک فاطمہ بھی ایک

•

الحاج میاں نور محمد صاحب جماعتی
مجددی نقشبندی۔ جتوئی۔

از قلم مولانا محمد عبدالعزیز صاحب مزنگ لاہور

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور فضائل و محامد عطا فرمائے تھے مثلاً خلافتِ آدم و داؤد علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کو عطا ہوئی اور سلطنتِ سلیمان اور حسنِ یوسف اور خلتِ ابراہیم اور کلامِ موسیٰ اور عبادتِ یونس اور شکرِ نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ وغیرہ عطا ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور ان کے علاوہ دیگر کمالات مثلاً ولایت اور محبوبیت اور اصطفاء مطلقہ اور رویت (دیدار) اور قربِ اتم اور شفاعتِ عظمیٰ اور جہاد مع اعداء اللہ اکلاً وسیعاً (یعنی علم اولین و آخرین حتیٰ کہ ذرہ ذرہ کائنات. تجلّٰی لی کل شئی اس پر شاہد) اور عرفانِ اتم اور تقویٰ اور تقویٰ دینا اور اجتہاد اور احتساب وغیرہ

جدا جدا جو کمالات انبیاء میں تھے
سو تھا شاہِ شہیدانِ کربلا میں تھے

اگرچہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شہادت نصیب ہوئی اس زہر کے اثر سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اس سانپ کے زہر کے اثر سے شہادت حاصل ہوئی جس نے غار میں آپ کو ڈسا تھا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک لگانے سے اس وقت افاقہ ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد سچا صدیقی جو آپ کی اولاد میں قیامت تک ہوگا۔ اس کو سانپ کا زہر اثر نہ کریگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت بڑا المناک ہے کہ چالیس دن رات آپ کا آب و دانہ بند کیا گیا۔ اور اس قدر فرصت نہ دی گئی کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کریں۔ جس کو آپ نے وسیع کیا تھا۔ اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ نے بیر رومہ ایک لاکھ درم کو خرید کر اہلِ اسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ کیونکہ اس کنوئیں کا پانی شیریں و لطیف و پاکیزہ تھا۔ (مرقاۃ)

اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ نے جیشِ عسرت میں بکثرت زر نقد و سامانِ جنگ پیش کر کے جنت کا پٹہ حاصل کر لیا تھا مگر بڑی بے دردی سے آپ کو شہید کیا گیا اور پھر اس وقت جب کہ آپ کلامِ الٰہی کی تلاوت فرما رہے تھے آپ کے خون کا پہلا قطرہ ...... فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑا۔

حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا بھی شہید ہوئے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے تیسرے برس رمضان کی ۱۵ تاریخ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ یہی اصح روایت ہے۔ (سعادۃ الکونین) آپ اپنے ماں باپ کے پہلوٹے صاحبزادے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسین اور عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام چھ ماہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے اہل شریعت حمل کی اقل (کم از کم) مدت چھ ماہ قرار دیتے ہیں۔ اکثر محدثین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے بچوں کا نام حضرت ہارون کے بچوں کے نام پر رکھا ہے۔ ہارون علیہ السلام کے بچوں کا نام شبر شبیر مشبر تھا۔ اس کا ترجمہ عربی میں حسن حسین اور محسن ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (دار قطنی)

صاحب قاموس (و منتہی الارب) فرماتے ہیں:
شبر بفتح شبیر کقمبر اور مشبر کمحدث ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کا نام ہے۔ اور انہیں کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن حسین اور محسن نام رکھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور ولادت کے ساتویں دن آپ کا ختنہ اور عقیقہ کیا۔ (لہٰذا حنفی مذہب میں عقیقہ ساتویں دن ہی ہے، چودہ اور اکیس امام شافعی کا مذہب ہے)
آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کا حلیہ صحیح روایتوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ کا نازک جسم سفید سرخی مائل رسیلی آنکھیں فراخ اور سخت سیاہ اور یہ حسن کی خوبی اور کمال میں داخل ہے۔ رخسارے غایت درجہ کے ملائم آپ کے سینہ مبارک سے زیر ناف تک بالوں کا ایک باریک اور سیاہ خط کشیدہ تھا۔ پھیلی ہوئی داڑھی گھنی دار گھنگھر والے بال جو اکثر وقت کندھوں تک تھے۔

آپ کی نازک اور سڈول گردن دیکھنے والوں کو چاندی کی صراحی معلوم ہوتی تھی۔ تمام اعضاء بڑے بڑے مگر نازک تھے سینہ بہت فراخ اور وسیع تھا۔ آپ کا مبارک قد میانہ تھا نہ اس قدر دراز کہ برا معلوم ہو، نہ غایت درجہ کوتاہ آپ کے حسن میں ایک قسم کی ملاحت اور نمکینی تھی کہ کسی کے چہرے میں نہ دیکھی گئی۔ آپ متناسب الاعضاء تھے اور موزوں الاجزاء کبھی وسمہ کا خضاب بھی کیا کرتے۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش العزۃ للواحد تھا۔

ابو داؤد طیالسی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو مجھے دوست رکھتا ہے وہ
پہلے حسن کو دوست رکھے"

(آپ سے عداوت کرنے والا بے ادب گستاخ دشمن رسول خدا ہے) آپ نے بیس ۲۰ یا پچیس ۲۵ حج پیادہ پا، پے در پے کئے۔ اور آپ کی سواری آپ کے آگے آگے کوتل چلی جاتی تھی۔
(حلیہ مستدرک وغیرہ)

آپ کی سخاوت اکثر افراد انسانی سے بڑھی ہوئی تھی، چنانچہ ایک شخص دس ہزار درہم خدا سے مانگ رہا تھا آپ مکان پر تشریف لائے اور دس ہزار درہم غلام کے ہاتھ سائل کو بھیج دیئے، آپ نے ایک اور سائل کو پچاس ہزار پانسو درہم عطا فرمائے۔ ایک سفر میں آپ کو ایک بڑھیا نے دودھ پلایا اور پھر لوجہ اس کی گرسنگی کے بکری ذبح کرکے کھانے کی اجازت دی۔ آپ نے اس کے معاوضہ میں ایک ہزار بکری اور ایک ہزار درہم عطا فرمائے۔

آپ نے دو دفعہ اپنے گھر کا سارا مال و اسباب راہ خدا میں دے ڈالا اور تین دفعہ آدھا آدھا (حلیۃ الاولیاء)
آپ نے ایک دفعہ اپنا سارا مال راہ خدا میں دے ڈالا

کچھ دقت کا سامنا ہُوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو ہر سال ایک لاکھ درم بھیجتے تھے۔ وہ ابھی نہ پہنچے۔ رات کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک دُعا پڑھنے کو ارشاد فرمائی۔ ابھی ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ پچاس ہزار درم خود بخود بھیج دیئے اور آپ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے فراموش نہیں کیا۔ آپ کو چھ بار زہر دیا گیا مگر کرامتاً کچھ اثر نہ ہوا۔ چھٹی بار کارگر ہوا۔ آپ نے فرمایا اگر خدا نے مجھے بخش دیا تو جب تک میرا زہر دینے والا نہ بخشا جائیگا جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔ ولنعم ما قیل

؎ واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

مولانا نعیم الدین صاحب غفر اللہ لہٗ سوانح کربلا میں فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت سِرّی تھی لہٰذا صحیح علم نہیں کہ زہر کس نے دیا۔ گھر والوں کو خبر نہیں دوسرے کسی کو ہو سکتی ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ آپ کی کسی بیوی نے زہر دیا کیونکہ سب بیویاں آپ سے از حد محبت کرتی تھیں، آپ کے کثیر الطلاق ہونے کی وجہ سے علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح حسن سے نہ کرے۔ قبیلہ ہمدان سے ایک شخص نے کہا، کہ بخدا میں اپنی بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حسن سے کروں گا۔ اگر ان کی مرضی کے موافق اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو رکھے ورنہ چھوڑ دے۔

آپ نے آخری وقت فرمایا میں حضرت عائشہ سے اجازت لے چکا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد مجھے اپنے گھر میں دفن کیجیے گا۔ اگر کوئی رکاوٹ ہو تو مجھے بقیع میں دفن کرنا۔ مروان مانع ہوا اور کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن نہ کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اور حسنؓ کے دفن کرنے کے کیا معنی، چنانچہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اور نمازِ جنازہ کے لیے امام حسین نے سعید بن العاص کو حکم فرمایا۔ اور کہا چونکہ جنازہ کی نماز بادشاہ یا نائب کو مسنون ہے لہٰذا تم ہی کو نماز پڑھانی مناسب ہے۔ (سعادۃ الکونین وعینی شرح ہدایہ ص ۳۱ ج ۲) وفات ربیع الاول ۴۹ھ عمر ۴۶ سال۔

امام حسین رضی اللہ عنہ آپ نے پانچ شعبان ۴ھ میں حضرت زہراؓ کے برجِ عصمت سے قدم میمنت توام عرصۂ وجود میں رکھا حضرت امام حسن کے پیدا ہونے کے صرف ۵۰ دن بعد آپ نے شکمِ مادرِ خجستہ اختر میں نزول اجلال فرمایا۔ اور دس مہینہ چند دن تک اس محکم بقاع میں تشریف رکھ کر اخترِ تابندہ کے مانند اوجِ سپہر پہ طلوع فرمایا۔ آپ کے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان اسی قدر چھٹائی بڑائی ہے۔ ھذا اصح النقل فی ذالک عن جمہور العلماء جب آپ پیدا ہوئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ اور امام حسن کی طرح عقیقہ و ختنہ ہوا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی گئی آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور القاب بکثرت منقول ہیں۔ چنانچہ سید، طیب، ولی، زکی، مبارک، تابع اور سبط رسول اللہ مگر مشہور لقب زکی، اور رتبہ میں سب سے اعلیٰ القاب سید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اور آپکے بھائی (حسن) کو عطا فرمایا تھا۔ سیدا شباب اھل الجنۃ نوجوانانِ بہشت کے دونوں سردار ہیں۔ جیسے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو سیدا کھول اھل الجنۃ فرمایا یعنی جنت میں بوڑھوں کے سردار ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت میں عجیب و غریب امور ظہور پذیر ہوئے، چنانچہ جامع المعجزات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر چہرۂ اقدس و منور صحابہ کرام کی طرف کر لیا کرتے تھے۔ چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا تھا، جو مصیبت زدہ یا غمزدہ دیکھ پاتا اس کی سب تکلیف دور ہو جاتی تھی' اتفاق سے ایک روز ایسا نہ کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر بیرون مسجد تشریف فرما ہوئے سب شمع کے پروانے اصحاب دیکھ رہے تھے، مگر مسجد سے نکلنے کا سبب معلوم نہ تھا۔ آپ زہرا بتول کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت علی کو دروازے پہ کھڑا کر دیا، کہ کوئی اندر نہ آئے کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اور فرشتے مبارکبادی کہنے آرہے ہیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر میں داخل ہوئے دریں اثنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صبر نہ آیا، اور حضور کے نقش قدم پر حضرت علی کے گھر تشریف لا کر استفسار فرمایا، کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں' جواب ملا گھر میں تشریف فرما ہیں، اذن طلب کیا گیا تو کہا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بغیر دیدار بیتاب ہوں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ امام حسین کی ولادت ہوئی ہے اور چار لاکھ چوبیس ہزار ملائکہ مبارکباد دینے کے لئے آئے ہیں' حضرت ابوبکر صدیق حضرت علی کے قول سے متعجب ہوئے اور دروازہ میں بیٹھ گئے بعد ازاں حضرت عمرؓ، عثمان اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ حضرت علی نے سب کو یہی جواب دیا جو صدیق اکبر کو دیا تھا۔ اتنے میں سرور عالم حضرت علی کے پاس تشریف لائے اور سب کو اندر آنے کی اجازت دی، سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے

اور حضرت علی کی گفتگو کا ذکر کیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم کو فرشتوں کی تعداد کس نے بتائی آپ نے فرمایا کہ فرشتے غول کے غول اور جماعات داخل ہوتے اور اپنی لخت (زبان) میں کہتے کہ ہم اتنے اور ہم اتنے ہیں' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے علی اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بھی زیادہ عقل دے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو فرمایا: اے ابوبکر میں تم کو اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات بتلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب ملائکہ آئے تو ان کے ہمراہ ایک ایسا فرشتہ بھی تھا جس کے بازو ٹوٹے ہوئے اور پاؤں کٹے ہوئے تھے میں نے اسے کہا' تو کون ہے؟ اور تیرا کیا قضیہ ہے۔ فرشتہ نے عرض کیا میں ایک مقرب فرشتہ تھا۔ ایک دن میں آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا، تو مجھے ایک ایسا آدمی نظر آیا جس کے ہاتھ پاؤں نہیں تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ اس حالت میں اس کا زندہ رہنا اچھا نہیں بلکہ مر جانا بہتر ہے' اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میری یہ حالت کر دی جو آپ دیکھ رہے ہیں مجھے خدا تعالیٰ نے زمین پر ڈال دیا، سات سو سال سے میں فلاں جزیرے میں ہوں۔ جب ملائکہ مبارکبادی کے لئے اترے تو مجھے وہ اپنے ہمراہ لے آئے' کیونکہ وہ مجھے پہچانتے تھے! صدقہ حسین رضی اللہ عنہ کا اللہ تعالیٰ سے آپ میری شفاعت کیجئے، حضور نے دعا فرمائی' فوراً جبرئیل امین نے نزول اجلال فرمایا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دعا اس فرشتے کے حق میں قبول فرمائی۔ آپ نے قماط حسین، (جس کپڑے میں آپ لپیٹے ہوئے تھے) کھول لئے اور آپ کا دایاں ہاتھ نکال کر فرشتے کو ملئے؛

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسا کیا تو وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔ اس نے گریہ شروع کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے فرشتے اب تو کیوں روتا ہے

اس نے جواب دیا میں اپنے نفس کے لئے تو نہیں روتا، بلکہ اس ذات کے قتل کے لئے روتا ہوں جس کی ولادت کے لئے زمین و آسمان والوں کو بشارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فرشتے اس کو کون قتل کریگا۔ عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جبریل امین ہیں وہ آپ کو خبر دیں گے کہ ان کو کون شہید کریگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل کیا یہ بات ٹھیک ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس فرشتے کو اللہ تعالے نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے ایک ہزار سال پہلے پیدا فرمایا کہ امام حسین کی شہادت کے بعد آپ کی قبر کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا، اس کے بعد وہ فرشتہ آسمان کو عروج کر گیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل حد حصر سے باہر اور طوق بشری سے خارج ہیں، آپ کا مبلغ علم، عبادت، کرامت، ذہادت و شجاعت، فصاحت، و بلاغت انتہا کے درجے کو پہنچ گئی تھی۔ آپ علم و عمل، سخاوت و شجاعت میں اپنے والد ماجد اور برادر عزیز کے بالکل مشابہ تھے۔ آپ پر جامع صفات کمال انسانیہ کا لقب نہایت ہی زیب دیتا تھا۔ آپ مہمان نوازی، غریب پروری، اعانت مظلوم، ایصال رحم، انعام فقراء و مساکین وغیرہ میں مشہور آفاق تھے۔ آپ ضعیف حالوں اور مسکین حالوں، برہنہ تنوں بیچاروں حاجتمندوں کی کپڑے کھانے پینے سے امداد و اعانت کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک بوڑھی عورت کو ہزار درم اور ہزار بکریاں عنایت فرمائیں۔ آپ کی ایک لونڈی نے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ اس کو سونگھ کر لونڈی کو آزاد کر دیا حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ نے عرض کیا کہ ادنا سے گلدستے کے عوض ایسی بیش قیمت کو آزاد کر دیا، جواب دیا، اے انس (رضی اللہ عنہ) آپ نے نہیں سنا کہ اللہ تعالے

اپنی کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:-

اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا

جب کوئی تمہیں تحفہ دے تو تم بھی اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دو، پس بزرگ تحفہ یا احسن تحفہ یہی تھا کہ میں اس کو محض خدا کی رضامندی کے لئے آزاد کر دوں۔

محمد اکرام الدین بن محمد نظام الدین بن محب الحق قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، سند المحدثین، شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری قادری شاذلی حنفی اپنی کتاب سعادۃ الکونین فی بیان فضائل الحسنین میں بحوالہ احوال آئمہ اثنا عشر میں تحریر فرماتے ہیں:-

" ایک دن امام حسین دستر خوان پر کھانا کھانے کے لئے تشریف رکھتے تھے اور خادمہ پانی کا بھرا ہوا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے آپ کے سر مبارک پر کھڑی تھی، اتفاقاً اس کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ پڑا اور گر کر ٹوٹ گیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا، خادمہ نے عرض کیا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی مقبولوں کی صفت غصہ پی جانا ہے۔ آپ نے فرمایا: کظمت غیظی میں اپنے غصہ کو نگل گیا خادمہ نے کہا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ان کی دوسری صفت لوگوں کو معاف کر دینا ہے۔ آپنے فرمایا، غَفَرْتُ عَنْكِ میں نے بدل و جان تم کو معاف کر دیا۔ اور تیری گناہ سے درگزر کیا۔ خادمہ نے کہا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی خدا تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ

عنہ نے فرمایا میں نے خدا کے لئے تجھے آزاد کر دیا "

حضور نے پاپیادہ پچیس حج لبیک کہتے ہوئے کئے۔

تفریح الاذکیا میں ہے آپ کا چہرہ مبارک ایسا تابان تھا کہ لوگ اس کی روشنی میں چلتے تھے۔ (شواہد النبوۃ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں، وفی مقتلہ قصۃ فیہا طول لا یحتمل القلب ذکرہ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کا قصہ بہت طول وطویل ہے اس کے ذکر کا دل متحمل نہیں، ہم سب اللہ کے لئے ہیں اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

خزینہ انوار و گنجینۂ اسرار موسوم بہ ملفوظات طیبہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ گولڑہ شریف ص۱۳۹ میں ایک شاعر کی رباعی لکھی ہے جس میں میدان جنگ کربلا کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتا ہے سمیٹے ہوئے پر کو

حضور کا یوم شہادت ہم اہلسنت وجماعت کیلئے نہ یوم سرور ہے نہ یوم ماتم، خوشی کرنے والے خارجی اور ماتم کرنے والے رافضی ہیں۔ آپ کی شہادت کے صحیح واقعات پڑھکر دل میں غم اور آنکھیں نم ہوں تو کچھ حرج نہیں۔ رطب ویابس اور غلط اور موضوع روایات پڑھکر رونا رلانا، اور سینہ کوبی وغیرہ حرام اور ممنوع ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر خیرات کرکے اچھے مرغوب کھانے فقراء اور دوستوں کو کھلا کر بغرض ایصالِ ثواب کرنا جیسا کہ اولیاء کرام

ص۲۲ سے آگے

آپ نے ایک کو دائیں کاندھے پر اور دوسرے کو بائیں کاندھے پر اٹھایا، راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ایک تو مجھے دے دیجئے کہ میں اٹھا لوں۔ آپ نے فرمایا یہ دو سوار اچھے ہیں اور ان دونوں کی سواری بھی اچھی ہے۔ پھر آپ مسجد میں گئے اور آپ نے فرمایا۔ لوگو! کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تمام نبی آدم سے وہ کون شخص ہے کہ جن کے نانے جیسا کسی کا نانا نہیں اور جس کی نانی جیسی کسی کی نانی نہیں۔ سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ بتائیے، آپ نے فرمایا وہ حسن اور حسین ہیں ان کا نانا اللہ کا رسول ہے اور ان کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ہے پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے ماں باپ کی نسبت سے کون افضل ہے، سب نے عرض کی ہاں، یا رسول اللہ فرمائیے، آپ نے فرمایا حسن اور حسین۔ ان کا باپ علی شیر خدا ہے اور ماں فاطمہ بنتِ رسول اللہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے کون افضل ہے۔ سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ضرور فرمائیے، آپ نے فرمایا حسن اور حسین ان کا چچا جعفر اور پھوپھی ام ہانی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں نہ بتاؤں کہ ماموں اور خالہ کے اعتبار سے کون افضل ہے۔ عرض کی گئی ہاں یا رسول اللہ بتائیے آپ نے فرمایا وہ حسن اور حسین ہیں۔ ان کا ماموں قاسم اور خالہ زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

انوار الصوفیہ کی توسیع اشاعت کے لئے امداد کرنا ہر طالب طریقت کا فرض اولین ہے۔

(ادارہ)

از
معین الملت پیر سید
حیدر حسین شاہ صاحب
علی پوری مدظلہ

فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ
مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ

اسی نے دو دریاؤں کو ملایا جو باہم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے، سو تم کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔

قرآن شریف کی اس آیت کی تلاوت و کتابت اور اس کے ترجمے کے بعد تمہیداً عرض کرتا ہوں کہ ہم اہل سنت و جماعت پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کو اہل بیت سے محبت نہیں یہ تو صرف صحابہ ہی سے محبت رکھتے ہیں اور انہیں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الزام لگانے والوں کو ہدایت دے اور ان کی چشم بصیرت کو ضیا　　کرے تاکہ دیکھیں اور خوب اچھی طرح دیکھیں کہ ہم اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کے ساتھ اعتقاداً و عملاً کتنی محبت ہے۔ اس مضمون میں ہم نے اسی الزام کا جواب دینا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزوِ ایمان ہے جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں وہ ایمان دار نہیں اور جو ایمان دار ہے اس کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے اس کے بعد یہ جاننا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثبوت دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ وہ دو چیزیں صحابہ کرام کی محبت اور اہل بیت کی محبت ہے جس کو صحابہ سے محبت نہیں صرف اہل بیت سے محبت کا مدعی ہے۔ وہ بھی محب رسول نہیں اور جس کو صرف صحابہ سے محبت ہے اہل بیت سے محبت نہیں وہ بھی محب رسول نہیں۔ محب رسول وہ ہے جس کو صحابہ سے بھی محبت ہے اور اہل بیت سے بھی۔ سو الحمد للہ ہم کو ان دونوں سے محبت ہے، اس لئے کہ صحابہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت صحابیت اور اہل بیت کرام کو نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ ہے جو جزو کو کل سے ہوتی ہے۔ ان دونوں نسبتوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے اسلاف کی کتابیں اور تصنیفات فضائل اہل بیت سے مملو اور پر ہیں۔ اگر ہم کو یا ہمارے اسلاف اور اکابر کو اہل بیت سے محبت نہ ہوتی تو وہ اپنی کتابوں میں اہل بیت کے فضائل کیوں لکھتے، صحابہ کے فضائل پر ہی اکتفا کرتے لیکن انہوں نے صحابہ کرام کے فضائل و مناقب کے ساتھ اہل بیت کے فضائل و مناقب کو بھی بیان کیا ہے۔ پس ثابت ہوا، اہل سنت و جماعت اس الزام سے بری ہیں جو مخالفین کی طرف سے ان پر عائد کیا گیا ہے

اس مختصر تمہید کے بعد آیت مذکورہ مسطورہ سے

حسین علیہ السلام کے فضائل کو مفسرین کے اقوال کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ سنیئے! بحرین دو سمندر، دو دریاؤں سے حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی دو شخصیتیں مراد ہیں۔ ان دونوں کو دریا سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا دریائے نبوت اور علی شیر خدا دریائے فتوت ہیں۔ ان دونوں دریاؤں کے درمیان تقویٰ کا حجاب ہے۔ جو ان کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے اور بڑھنے سے مانع ہے۔

یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان۔ لؤلؤ اور مرجان سے مراد حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں جو ان دونوں دریاؤں کے بطن سے نکلے ہیں۔ کتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو دریائے نبوت اور دریائے فتوت کا مظہر کہا اور ان کے دونوں صاحبزادوں کو جو ان سے پیدا ہوئے موتی اور مونگا کہا۔ جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت۔ اور ساتویں دن اس بچہ کا نام حسن رکھا۔ اسی طرح جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام حسین رکھا۔ آپ نے فرمایا میں نے ان کا نام ہارون کے بیٹوں کے نام پر رکھا ہے۔ ہارون علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام شبر تھا جس کا عربی میں ترجمہ حسن ہے۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام شبیر ہے جس کا عربی میں ترجمہ حسین ہے۔ ایک حدیث میں ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ حسین اور اس کے ماں باپ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کو قبول فرماتے ہوئے ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں ان کی زیارت کرائی۔ بخاری کی حدیث میں ہے۔

وہ حضرت حسن صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہہ تھے۔ ابن حبان کی صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بہت مشابہہ تھے۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں ہی بہت مشابہہ تھے، جیسا کہ بزدی نے کہا ہے، کہ حسن سینے سے سر تک حضور علیہ السلام کے ساتھ مشابہہ تھے۔ اور حضرت حسین سینے سے لیکر نیچے تک بہت مشابہہ تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیوی ام الفضل نے حضرت حسین کی ولادت سے چند یوم ایک متوحش خواب دیکھا کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر کا ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے! جب اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا تو نے نیک خواب دیکھا ہے! فاطمہ بچہ جنے گی وہ تیری گود میں رکھا جائیگا۔ اس کے بعد جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو اولاً ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، یہ ہے تیرا خواب۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت حسن اور حسین دونوں کھیلتے کھیلتے مدینہ سے کہیں بہت دور چلے گئے۔ جب بہت دیر تک بھی گھر واپس نہ آئے کہ حضرت فاطمہ کو فکر ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! حسن اور حسین کہیں غائب ہیں، پتہ نہیں کہاں چلے گئے ہیں۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ وہ فلاں مکان میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے دو فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے۔ وہ ان کی حفاظت اور نگہبانی کر رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وہاں گئے تو ان دونوں کو سوئے ہوئے پایا۔ ایک فرشتہ نے اپنا ایک بازو نیچے بچھایا ہوا ہے۔ اور ایک اوپر رکھا ہوا ہے، حضور علیہ السلام نے جب ان کے منہ کو بوسہ دیا تو وہ بیدار ہوگئے

انسان ہمیشہ عظمتِ انسانیت کا منکر رہا ہے لیکن عظمتِ انسانیت ہمیشہ انسان کا بصورت حق و صداقت تعاقب کرتی رہی۔ فرعونیت، شدادیت، نمرودیت، طاغوتی قوتوں کے بل بوتے پر، عظمتِ انسانیت کا گلا گھونٹتی رہیں لیکن نتیجے میں حق و صداقت ہی کامیاب رہی، تاآنکہ وہ زمانہ گرامی رونما ہوا کہ سیدِ کل، فخرِ رسل، شہنشاہِ دو عالم حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدومِ ناز و مسعود نے ذروں کو آفتاب کا شرف بخشا، طاغوتی قوتیں پامال ہوئیں انسانیت اپنی منزلِ مراد پہ پہنچی۔ خلافتِ راشدہ نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ گرامی کی روایات و عظمتیں قائم رکھیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ طاغوتی قوتیں فنا ہو چکی تھیں، انہیں فنا نہ ہو سکیں بلکہ وقتی مجبوریوں کے زیرِ اثر بارِ انسانیت سے دب کر رہ گئی تھیں، اور فنا اس لئے نہ ہو سکیں کہ حق و صداقت کے اعلان و فیصلہ میں آسانیاں ہوں۔ قانونِ فطرت ہے کہ اجتماعِ ضدین کی روشنی ہی میں حق و باطل کا انفصال ہو سکتا ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ......

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عدل و انصاف، حق و صداقت پاکیزہ و منزہ روحوں کا فطری ورثہ ہیں۔ اسلام کے علاوہ بھی دیگر مذاہبِ عالم اسی کو حیاتِ جاوید تصور کرتے ہیں۔

حقیقتیں اسی وقت مکمل ہوتی ہیں جبکہ توحید و رسالت کے سائے میں حق و صداقت کا پرچم بلند کیا جائے۔ روحانیت کی ضیا دیں اُدھر جب آئیں اور رضا کارانہ طور پر ذاتی اغراض سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا جائے، جب یہ جذبہ دل کا ورثہ ہو جاتا ہے۔ تو انسانیت اپنے حقیقی جوہر یعنی الوہیہ الٰہیہ، دیکھتے ہیں لازوال کامیابی حاصل کر لیتی ہے۔

یزیدیت گھرانے نوع بہ نوع سے آراستہ تھی تعیشِ ظاہری کا مجموعہ بن چکی تھی۔ حسینیت، صرفِ عظمتِ انسانیت کی علمبردار تھی۔ اسے احترامِ انسانیت سے اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ تعیشِ ظاہری کی جانب نگاہ بھی اٹھا سکے...... "حسینیت" فلسفۂ سیاست دینِ فطرت کا مکمل آئینہ ہے، جسے دنیائے انسانیت ماننے کے لئے مجبور و بے بس ہے۔ اور یہی وہ جہادِ فطری ہے کہ جس نے فکرِ انسانیت سے بلند ہو کر لازوال و ابدی مقام حاصل کر لیا۔ اور جب تک شعورِ انسانیت بیدار رہے گا حسینیت، حق و صداقت کے روپ میں جلوہ گر رہیگی۔

یونان کا شہرۂ آفاق فلسفی جناب سقراط نے عجب انوکھے انداز فکر سے اپنی جان، جانِ آفریں کے حضور پیش کی

جسے یقیناً دنیائے تاریخ فراموش کرنے کی مجال نہیں رکھتی اور جناب افلاطون نے تو اس نقش کو ابھارنے کے لئے کانی سے زیادہ رنگ آمیزیاں فرمائی ہیں لیکن بایں ہمہ اہلِ نظر و صاحبانِ عرفان، قربانی سقراط میں تشنگی سی محسوس کرتے ہیں اور بے ساختہ دل زبان بن کر پکار اٹھتا ہے کہ شہادتِ عظمیٰ کی بے مثل مثال دامنِ اسلام اور صرف دامنِ اسلام میں پوشیدہ ہے جہاں بلندیاں ہی بلندیاں ہیں، معنویت ہی معنویت ہے۔ تشنگی کیسی؟ کمی کس چیز کا نام ہے؟ چنانچہ حضور امام حسین علیہ السلام کی قربانی عظیم، تاریخی واخلاقی ومعاشرتی وواقعاتی کیا ہر حیثیت سے نقشِ اول و آخر کے علاوہ، ہر گوشے سے حق وصداقت کا خداساز آئینہ ہے۔

ے زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

حضور امام حسین شہزادۂ کونین علیہ السلام وعلیٰ جدہ علیہ السلام نے اپنے اندر بیں محاسن، کونین، غلبی توروں کی روشنی میں مجتمع فرمائے ہیں۔ تاکہ روزِ آخر تک حق وصداقت کے چشمے پھوٹیں اور اہلِ عزم وعمل سیراب ہوتے رہیں ورنہ حیات وموت کی عظیم کشمکش میں انسانی قدروں ونظریاتی برتریوں کا قائم رکھنا ممکن ہی نہیں، شدائد ومصائب کے بے پناہ طوفانوں میں گھر کر مسرت وکیف ورشادمانی کی شاہراہوں سے گزرنا عظمتِ انسانیت کے ہیرو ہی کی جسارت ہو سکتی ہے۔

فضائلِ شہزادۂ کونین، نوشاہ کربلا، شہیدِ اعظم سیدنا حضور امام حسین علیہ السلام ورضی اللہ عنہ بیش کرنا قوتِ انسانی سے باہر، لشکرِ انسانی سے بلند ہے۔ البتہ مختصر اُحیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالنا، اہلِ نظر کے لئے باعثِ برکت وشرافت وسعادت مندی ہے۔

۴ شعبان المعظم ۴ھ کو حضور امام حسین علیٰ جدہ علیہ السلام والتسلیم عالم رنگ وبو میں تشریف فرما ہوئے، بعد ولادت باسعادت، سید عالم جانانِ دوعالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفسِ نفیس خود اذان واقامت کہی، اور ساتویں دن دو دنبے ذبح فرما کر عقیقہ کیا۔ آپ کا نام نامی اسم گرامی "حسین" رکھا، آپکی کنیت ابوعبداللہ ہے، آپکے القابات الرشید، الطیب، السبط، السید، التابع، المرضاۃ اللہ ہیں۔

آپ ہمیشہ مدینے ہی میں رہے، تا آنکہ حضور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ورضی اللہ عنہ، کوفہ تشریف لے گئے۔ اور آپ بھی حضور مولا علی کی معیت میں کوفے تشریف لے گئے، بعد شہادت حضور مولا علی، آپ نے مدینے طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور مستقلاً مدینہ شریف ہی میں قیام فرما رہنے لگے۔

بماہ رجب المرجب ۶۰ھ امیر شام نے انتقال کیا یزید پلید جانشین ہوا اور فوراً اس نے ولید بن عقبہ کو فرعونی حکم کے ذریعہ مطلع کیا کہ "مدینے والوں سے ہماری بیعت طلب کرو! خصوصاً حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر سے" چنانچہ تعمیل حکم میں ولید بن عقبہ نے بوقتِ شب بغرضِ بیعتِ یزید، ان حضرات قدسی صفات کو بلا بھیجا۔ لیکن ہر دو حضرات نے جواب میں فرمایا کہ ایسے معاملات شب کی تاریکی میں نہیں بلکہ روزِ روشن میں مناسب وموزوں ہیں۔ مقام فکر وغور ہے کہ جو ذات والاصفات پروردۂ لعاب نبوت ہو، جس نے محبوب رب العالمین کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ فاسق وفاجر کی بیعت کا خیال بھی نہیں لا سکتا۔

چنانچہ شہیدِ اعظم حضور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نانا جان کے مزارِ پُر انوار پہ حاضر ہوئے اور رخسارۂ مبارک قبرِ اطہر پر رکھ دیئے، عرض کیا: "اے خدائی کے مالک و مختار! اے ناز بردار! میں تو یہی چاہتا تھا کہ تمام زندگی حضور کی حضوری میں گزار دوں، لیکن سرزمینِ مدینہ مجھے چھوڑنا چاہتی ہے! اور یقیناً یہ انقلاب آپکی اور خدا کی مرضی سے رونما ہو رہا ہے"

بسم اللہ کہہ کر، روحِ مصطفوی کو تڑپتا ہوا چھوڑ کر، ہدایات حضورِ اکرم ذہن نشین کرتے ہوئے، آستانۂ ناز سے اٹھے، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حضوری میں حاضر ہوئے، یعنی اس بارگاہ میں آئے، جس نے عزمِ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو زندہ رکھنے کے لیے شہسوارِ عشق و محبت بنایا تھا۔ اور صرف اسی دن کے لئے، یہاں بھی ارشادِ گرامی ہوا، جاؤ اعظمتِ اسلام و انسانیت کی حفاظت کرو، خوابِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرمندۂ تعبیر کرو اور حقیقت سے بدل دو! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ "خدا حافظ! تا آنکہ والدہ محترمہ سے رخصت ہوئے" اب بظاہر مدینہ طیبہ چھوٹ رہا ہے لیکن مدینے کی جان و روح جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مع ادلیح گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جلو میں جلوہ فرما ہیں۔

۴ شعبان المعظم کو نفوسِ قدسیہ کا یہ چھوٹا سا کارواں مدینہ منورہ سے چلا اور قطعِ مسافت کرتا ہوا مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوا، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے آنکھیں بچھائیں سرِ تسلیم خم کیا، شبیہِ حضور محمد مصطفےٰ یعنی جناب علی اکبر رضی اللہ عنہ دیکھ کر زندگیاں محسوس کی گئیں ایمان تازے ہوئے، روح میں کیفیت و سرور کی لہریں دوڑیں۔

اب حضور امام حسین علیہ السلام کا مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے آنا مشہور ہو گیا اور عراقی بھی مطلع ہو گئے! کوفیوں کے بے حساب عرائض نے خدمتِ عالیہ میں پیش ہونے کا شرف بھی حاصل کیا، جس کے ہر ہر لفظ میں رشد و ہدایت فرمانے کی استدعا تھی۔ شہزادۂ کونین نے کوفہ تشریف لیجانے کا عزم ظاہر فرمایا، لیکن رفقاء و صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ خود تشریف نہ لیجائیں، چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مع صاحبزادگان فرمانِ عالیہ لے کر براہِ قاصدان کوفہ تشریف لے گئے، اولاً تو اہلِ کوفہ ہزاروں کی تعداد میں داخلِ بیعت ہوئے لیکن جلد ہی ہوسِ جاہ و اقتدار سے متاثر ہو گئے اور نائبِ آلِ رسول کی شہادت پر ہمہ تن آمادہ ہو گئے، اور بزمِ مصطفےٰ کے اس روشن چراغ نے مع ہر دو صاحبزادگان ۹ ذوالحجہ سنہ ۶۰ھ جامِ شہادت نوش فرمایا، اور بوقتِ آخر آپ کا ارشادِ گرامی تھا:

"اے صبا! ارضِ حرم میں حاضر ہو کر میرے آقا و مولا حضور امام حسین علیہ السلام کو، کوفیوں کی بیوفائی اور میرے قتل سے مطلع کر دے"

فرزدق شاعر جو تمام کیفیات و مصائب کا مشاہدہ بچشمِ خود کر چکے تھے، مکہ مکرمہ کی جانب چل پڑے لیکن جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے مکاتیب پر، حضور شہزادۂ کونین علیہ السلام والتسلیم مکہ معظمہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے راستے میں فرزدق شاعر نے یہ خبرِ وحشت اثر سنائی، مجاہدِ اعظم نے سرِ تسلیم و رضا خم کیا، اور فرمایا:

"پہلا ثمرۂ شہادت مسلم نے حاصل کیا؟ میں جانتا ہوں کوفی لا یوفی" میرے والد بزرگوار کے ساتھ کیا کچھ بدسلوکیاں نہیں کی گئیں، لیکن فسق و فجور کا مقابلہ، دینِ حقہ کی تبلیغ و تلقین و احیائے اسلام کے لئے ضروری ہے، تاکہ نمونۂ کردار باقی رہ جائے، منزلِ حیات و نجات کی تیرگیاں چھٹ جائیں، جہاد ہمارا پیدائشی

جو بہت فطری حق ہے، دعوتِ حق دینا ہمارا فطرتی جذبہ ہے ہمیں انجام معلوم ہے۔ صرف جانیں ہی جائیں گی اور کیا ہوگا۔ ناموسِ اسلام کا تحفظ تو ہو جائیگا۔ ہم سب عشق و وفا کے مسافر ہیں، ہمیں استقامات ابھی باقی ہیں"۔ اب حضور اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ جو مزارات پر تفویض ہوئے تھے کانوں میں گونجنے لگے، اور ایک تڑپ ہے جو بے اختیارانہ طور پر والہانہ اندازِ فکر کے ساتھ کوفہ کی جانب کشاں کشاں لئے جا رہی ہے۔ تا آنکہ ماہِ ذی الحجہ ختم ہوا سنہ ۶۰ھ تمام ہوئی، سالِ نو سنہ ۶۱ھ یکم محرم الحرام سنتِ حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو تازہ و مکمل کرنے کے لئے نمودار ہوا، ۲۔ محرم سنہ ۶۱ھ کو حر بن یزید نے، حضور امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کی اطلاع ابنِ زیاد بدنہاد کو دی۔ اس بدبخت نے حضور امام حسین جل جدہ علیہ السلام کو لکھا، کہ یزید کا حکم ہے

"جب تک میں آپ سے اس کی بیعت نہ لے
لوں کھانا پینا حرام ہے۔ بصورتِ دیگر آپ
قتل کر دیئے جائیں گے"

نواسۂ رسول نے خط ملاحظہ فرما کر زمین پر ڈال دیا، اور ارشاد فرمایا: "اس خط کا میرے پاس کوئی جواب نہیں"۔ اس پر وہ غضبناک ہوا، اور عمر بن سعد کو بلوا کر حکم دیا، کہ جاؤ اور امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دو!" پہلے تو وہ ڈرا، معذرت خواہ ہوا لیکن فوراً ہی لعنتِ دنیا غالب آئی اور نورِ نگاہِ شہنشاہِ کونین سے جنگ کو تیار ہو گیا، اور بطورِ پیش بندی حضور امام حسین علیہ السلام کے خیام ایسے مقام پر نصب کرائے گئے تھے کہ نہر العلقمہ کا پانی آسانی سے بند ہو سکے۔ کم از کم کم از کم ۲۲ ہزار پیادہ و سوار جو حضور امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کے داعی تھے قتل و غارت گری پر اتر آئے۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے کے درپے ہوئے۔

جب مصطفوی و مرتضوی چشم و چراغ زیادہ تشنہ لب ہوئے، تو سیدنا حضرت عباس علمبردار رضی اللہ عنہ پانی لینے کے لئے مشک لے کر نہر العلقمہ پر تشریف لے گئے اور مشکیزہ بھر بھی لیا مگر عظمتِ انسانیت کے دشمنوں نے مشکیزہ تیر دل سے چھلنی کر دیا اور نتیجہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہید ہوئے۔

اب دس محرم کا آغاز ہے، تمام یاران و انصار یکے بعد دیگرے جام عشق و شہادت نوش فرما چکے ہیں بلکہ ہمشکل پیغمبر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے جامِ عشق و شہادت نوش فرمایا، اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بحالتِ علالت حضور امام حسین پر تصدق ہونے کی اجازت چاہی، مگر شہیدِ اعظم شہزادۂ کونین علیہ السلام نے سینے سے لگایا اور علومِ باطنیہ و نجومیہ تفویض فرمائے، اور فرمایا "تم ہی سے خاندانِ رسالت پناہ، قیامت تک روشن رہیگا۔ لٹے ہوئے قافلے کی دستگیری ہوگی، صبر و ثبات سے کام لو، وقتِ آخر کا انتظار کرو!"

اب نہ حبیب ابن مظاہر ہیں نہ حضرت مسلم ابن عوسجہ ہیں، نہ حضرت قاسم ہیں، نہ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار ہیں، نہ حضرات علی اکبر و علی اصغر ہیں، نہ حضرات عون و محمد ہیں، رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین، — سخنہ فنا، صبر و ثبات ہیں اور تنہائی ہے۔ خیمہ میں تشریف لائے، تبرکاتِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیبِ تن فرمائے، تلقینِ صبر و ضبط فرمائی قدمِ ناز اٹھاتے ہوئے فرمایا، "خدا حافظ" زین العابدین تمہاری مدد کریں گے، خبردار! دامنِ صبر و ضبط نہ چھوٹے، تحمل تمہاری عادت و فطرت ہے، ہم جانِ عزیز عزتِ اسلام برقرار رکھنے کے لئے نذر کرنے جا رہے ہیں۔

حضرت لیلیٰ شہر بانو رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے

عمامۂ مبارک تھام لی، معروضات پیش کیے، حضور امام حسین دعوتِ صبر و ثبات دیتے ہوئے شوقِ شہادت میں آگے بڑھ گئے، اور قتل گاہِ کربلا میں تشریف لے آئے:

خطاب فرمایا، دعوتِ حق مرحمت فرمائی، لیکن جواب میں ہر طرف سے یورش ہوئی، ذوالفقار حیدری نیام سے باہر آگئی، شیرِ خدا کے شیر نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور ثابت کر دیا کہ اقلیت، اکثریت کا، حق و صداقت، جبر و استبداد کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور یوں کرتی ہے۔ دورانِ جنگ وعدۂ طفلی و مرضیٔ مولا کا خیال آیا، تلوار میان میں رکھ لی، سجدہ ریز ہوئے، نمازِ عشق و محبت ادا کی، ابھی نماز پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ہمیشہ کے لئے قرب الی الحق حاصل ہو گیا۔

حضور امام حسین علیٰ جدہٖ علیہ السلام کی یادگار گرامی منانے کا سب طریقہ اپنی جگہ ہے لیکن شہیدِ اعظم کی یادگار کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ حضور کے اسوۂ گرامی قدر پر عمل کیا جائے، فسق و فجور سے بچا جائے، حق و صداقت و اخوت و اتحاد پر شدت سے عمل کیا جائے؛

حسینیت ـــــــ زندہ باد

ماہانہ رپورٹ تعمیر رباط جماعت منزل مدینہ منورہ

اس ماہ میں عمارت کی نچلی منزل کے تمام رقبہ پر سیمنٹ کا چھت مکمل ہو گیا۔ اور اوپر کی منزل کی دیواریں جنوبی کمروں کی قطار پر ایک گز اونچی اٹھائی گئی ہیں۔ نیچے کے بیت الخلاء سے پانی باہر سنڈاس میں لے جانے کے لئے نالیاں بنائی جا رہی ہیں۔ پانچ کمروں کے اور تین غسلخانوں کے دروازے اور دریچے لگا دیئے ہیں۔ پانی بہنے کی نالیوں کا کام اور باقی دروازے اور دریچے جب لگ جاویں تو صرف نیچے کی منزل میں پلاستر چڑھانا باقی رہے گا۔ عمارت کے چندہ کی رقم قریب الختم ہے۔ اس سال علی پور شریف میں جمع شدہ غالباً پانچ ہزار روپوں کی رقم اور ریاست بھوپال میں جمع شدہ سات ہزار روپیہ کی رقم، تا حال مدینہ منورہ نہیں پہنچ سکی۔ اللہ تعالیٰ جلد پہنچا دے۔ تکمیل عمارت کے لئے مزید پچاس ہزار روپوں کی ضرورت ہے۔

والسلام نیاز مند خادم جماعت منزل

بخشی مصطفےٰ علی خاں نقشبندی جماعتی عفی عنہ

(مدینہ منورہ کا مکتوب)

سالانہ عرس شریف اعلیٰ حضرت امیر ملت قدس سرہ العزیز

۲۶، ۲۷ ذی قعدہ کو مدینہ منورہ کے باغ شمسیہ تاج حیدر آبادی رباط کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔ پنجشنبہ ۲۶ ذی قعدہ کی صبح زیر صدارت حضرت عالم العلامہ

محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ، بنتِ حافظ عبدالحمید صاحب

ولادت

۵ شعبان ۴ھ میں واقع ہوئی۔ آپکے پیدا ہوتے ہی رسول اللہ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی امام حسن سے ایک سال دس دن چھوٹے تھے۔

کنیت و لقب

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور سب سے مشہور لقب سید ہے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں :

"سیدا شباب اہل الجنۃ"

"میرے بچے حسن حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان بہشت کے سردار ہیں"

جود و سخا

آپکی داد و دہش کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سائل کو بلا دئیے ہوئے واپس نہیں کیا، اس کی خواہش سے بہ چند، دو چار اس کو دے دیا۔ چنانچہ ایک بڑھیا عورت کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار درہم عطا فرمائے، اور اسی طرح ایک سائل کو جو افلاس کے ہاتھوں تنگ تھا دس ہزار درہم عطا فرمائے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا، افسوس ہم تیری خواہش کے مطابق تو نہ دے سکے بس اس تھوڑی رقم کو قبول کر اور یہ سمجھ کہ میں نے سوال ہی نہ کیا تھا اور ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔

عالی حوصلگی

ایک دن آپ کی لونڈی نے پھولوں کا خوبصورت دستہ خدمت بابرکت میں پیش کیا، آپ نے اسے سونگھ کر لونڈی کو آزاد کر دیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا ابن رسول اللہ آپ نے پھولوں کے عوض ایسی گرانبہا لونڈی آزاد کر دی، آپ نے فرمایا، کیا تم نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الخ

جب تمہیں کوئی تحفہ بھیجے تو تم بھی اس جیسا یا اس سے بہتر بھیجو لہٰذا بہتر تحفہ یہی تھا کہ میں اسے آزاد کر دوں۔

اور سنئیے ایک دفعہ دستر خوان پر کھانا کھانے کیلئے تشریف رکھتے تھے، آپ کی لونڈی پانی کا آبخورہ لئے کھڑی تھی اتفاقاً پیالہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ آپ نے اسے گھورا اس نے کانپ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی نیک لوگوں کی صفت یہ ہے کہ غصہ کو پی جایا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا كَظَمْتُ غَيْظِيْ میں اپنا غصہ پی گیا۔ پھر اس نے کہا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ان کا دوسرا وصف یہ ہے کہ لوگوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا عَفَوْتُ عَنْكِ میں نے تجھے معاف کیا، پس کردہ کہتی ہے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نیکی کرنے

والے کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے آزاد کیا۔

طاعت و عبادت

حضرت امام زین العابدین سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے والد کے ہاں اتنی کم اولاد کیوں پیدا ہوئی۔ فرمایا اتنی بھی ہو جانی حیرت و استعجاب سے کم نہیں کیونکہ انہیں اتنی فرصت کہاں تھی جو عورتوں میں بیٹھتے، وہ شب و روز ایک ہزار رکعت نفل سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ مشہور بات ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ سے پاپیادہ پچیس حج لبیک کہتے ہوئے ادا کیے ہیں۔

پند و نصائح

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے لوگو! حاجتمندوں کی حاجت روائی کرنا خدا کی نعمتوں میں سے ایک عمدہ نعمت ہے، فرمایا کرتے تھے جس نے سخاوت کی سردار ہوا، جس نے بخل اختیار کیا کمینہ رہا۔

شہادت کا راز

منجملہ ان بیسیوں باتوں کے جو رازِ شہادت کے بیان کیے جاتے ہیں عمدہ سب سے جو بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے:-

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے محبوب تھے اور اس میں کلام نہیں کہ محبوب کو محبوب بنانے کے لئے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے حسن صوری و معنوی پہ چار چاند لگائیں۔

حضور کی ملاحت حضرت یوسف نبینا علیہ الصلاۃ و السلام کی صباحت کو مات کرتی تھی، حضور کی راست بازی پاکدامنی، صدق و دیانت کو حضور کے بدترین دشمن بھی مانتے تھے، اور آجکل بھی مانتے ہیں۔ حضور کو وہ تمام کمالات عنایت ہوگئے تھے جو کسی مخلوق کو دیئے جا سکتے ہیں۔

غرض حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم محبوبِ خدا تھے، اور ظاہری و باطنی اوصاف سے بدرجہ غایت سرفراز تھے۔

آپ سے پیشتر جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے ان میں ایک نہ ایک خاص صفت ضرور تھی۔ مثال کے طور پر چند نام گن لیجیے،

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی صفت خلافت؛
مقابلہ: آپ کے سرِ مبارک پر بھی تاج خلافت رکھا گیا۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفت ہمکلامی؛
مقابلہ:- آپ کو شب معراج میں قاب قوسین او ادنیٰ تک قرب حاصل ہوئی اور راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کی صفت سلطنت،
مقابلہ:- آپ اپنی حیات ہی میں آس پاس کی مملکت کو اسلام کا باجگزار بنا چکے تھے۔

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت صبر،
مقابلہ:- آپکے صبر کا پلہ ایوب علیہ السلام کے پلہ سے بھاری تھا
غزوۂ احد میں لوح جبیں پر سنگ لگا، بددعا نہ کی بیگانوں کے گلہ سے زبان آشنا نہ کی، اور عین عارضہ میں نظر جز خدا نہ کی، بخشش شفاء لعینوں کو اپنی دعا نہ کی،

(۵) حضرت یونس علیہ السلام صفت عبادت؛
مقابلہ:- پائے مبارک پر ورم ہو جانا آپ کی عبادت کی کامل دلیل ہے۔

(۶) حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت حسن؛
مقابلہ: آپ کو وہ جمال نورانی عطا فرمایا جو حسن یوسف سے کئی درجہ زائد تھا۔

چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ میرے بھائی یوسف کا حسن پھیکا تھا اور میں نمکین ہوں
براء ابن عازب سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ نورانی کو چودھویں رات کے چاند سے
مقابل کر کے دیکھا تو خدا کی قسم آپ کے چہرۂ نورانی کی چمک
چاند کی روشنی پر بدرجہا غالب تھی۔ تمام اوصاف حسنہ
آپ کی ذات بابرکات میں مجتمع فرما دیے، چونکہ آپ خاتم
النبیین تھے اس لئے کمالات کا اختتام بھی آپ پر لازم
تھا۔ صرف شہادت ان کا ایک درجہ باقی رہ گیا تھا سو وہ
منافی شان نبوت تھا۔ بس لئے کہ عرف میں تکمیل شہادت
اس کا نام ہے کہ آدمی سفر و سختی میں قتل کیا جائے۔ مثلاً
اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں اس کا مال لوٹا جائے
اس کی بیبیاں اور یتیم بچے قید ہو جائیں اور یہ سب خدا ہی کے
لئے ہو۔ اگر ایسا واقع آپ پر ہوتا تو یقیناً شوکت دین
کی تذلیل کا باعث تھا۔ پس قدرت نے یہ مرتبہ حضرات
حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جو آپ کی صورت سے
بالکل مشابہ تھے اور قربت بھی رکھتے تھے، عطا فرمایا،
اور اس صورت سے اس مرتبہ پر آپ فائز ہو گئے،
جیسے یہی امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کا
گہرا راز ہے۔

عرس شریف بقیہ صفحہ ۲۹

شیخ الطریقت نقشبندیہ قاری محمد ابراہیم الختنی البخاری
ایک بڑی جماعت حافظ صاحبان و ناظرہ قارئین نے
ختم شریف قرآن مجید کئے۔ شرکاء محفل ختم شریف میں
حلب (ملک شام) کے عالم جلیل حضرت محمد علی مراد اور
اور رد وہابیت و قادیانیت میں کثیر مجموعہ الدلائل کے
مصنف فاضل اجل حضرت علامہ الاشعب الله
محمد کی حاضری باعث زینت و رحمت تھی۔ اس مجلس
کے اختتام پر سب حضرات کی ناشتہ سے ضیافت کی گئی
شب جمعہ ۲۷ ذی قعدہ کو زیر صدارت حضرت الشیخ
الدلائلی مولانا محمد یوسف ملک باشلی بعد نماز عشاء ختم شریف
دلائل الخیرات امام جزولی رحمۃ اللہ علیہ اور بعد ختم شریف قصیدہ
بردہ معہ قیام و سلام ہوا۔ اس کے بعد علامہ جعفر برزنجی رحمۃ
اللہ علیہ کے عربی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم شریف
کیا گیا۔ ان ختم ہائے شریف کے درمیان حضرات ابو بلال
سید حسین المدنی، استاذ محمد نجا المدنی و ابو نجیب الخلیق
و حافظ محمد یوسف رامپوری نے عربی، فارسی، اردو
قصیدہ ہائے نعت شریف سے محفل کو محظوظ فرمایا۔
آخر میں تمام پڑھائی وغیرہ کا ثواب بوسیلہ
فاتحہ ایصال ثواب تمام محفل کی جانب سے حضرت مولانا محمد
علاؤالدین البکری نے پہنچا کر طویل دعا پر ختم کیا۔ نیاز مند
نقشبندی کی استدعا پر مکرر فاتحہ کے ساتھ رباط منزل جلد
تکمیل پانے اور تکمیل پانے اور تعمیر کے لئے ضروری معلومات
جلد وصول ہونے اور مدینہ منورہ میں آمدنی سے پہنچنے تمام
حاضرین کے آمین آمین آمین کے ساتھ دعا ختم کی گئی
تمام حاضرین کی ضیافت بریانی، پلاؤ و شیرینی
سویاں و فواکہات سے کی گئی۔ طعام میں اسی قدر برکت ہوئی

* کہ تخمیناً سو سے زیادہ افراد کی خوراک
باقی رہی جو ساتویں رات وقت سحر تک حرم شریف نبوی
کے اطراف پناہ گزین مساکین میں تقسیم کر دیا گیا۔
انشاء اللہ تعالٰی یہ عرس شریف
آئندہ رباط جماعت منزل میں ہوا کریگا۔

نیاز مند
غلامان غلام تاجدار علی پور سیدال بخشی مصطفٰی اعلیٰ
خان نقشبندی جماعتی مسعودی ثم المدنی عفی عنہ

سالانہ رپورٹ مجالس ختم خواجگان وحلقہ ہائے ذکر

شہر سیالکوٹ میں حضرت مولانا حکیم غلام نبی صاحب رح امیر حلقہ کے وصال کے بعد مجالس ختم خواجگان و حلقہ ہائے ذکر کا ہفتہ وار اجتماع مدت تک موقوف رہا۔ لیکن ۱۹۶۰ء کے آغاز میں یارانِ سیالکوٹ کی خوش نصیبی سے جب اعلیٰ حضرت سراج الملت مولانا حافظ و قاری پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث و زینت سجادہ آستانہ عالیہ علی پور سیداں نے بسلسلہ تقریب چہلم حضرت الحاج ماسٹر خواجہ محمد کرم الٰہی صاحب رح جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ، پاکستان قدم رنجہ فرمایا۔ تو یارانِ طریقت سیالکوٹ کو ہفتہ وار اجتماع برائے حلقہ ذکر تاکیدی ارشاد فرمایا، چنانچہ جمعہ ۵۔ فروری ۶۱ء کو بعد نماز مغرب اعلیٰ حضرت نے خود بہ نفس نفیس بہ مکان حضرت ماسٹر صاحب موصوف حلقہ ذکر منعقد فرمایا۔ اور آئندہ ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب انعقاد مجلس ختم شریف و حلقہ ذکر کی تاکید اور یارانِ طریقت کو شامل ہونے کی ہدایت فرمائی۔

اور حضرت مولانا قاضی شمس دین صاحب شمس کو امیر حلقہ اور حضرت مولانا حافظ قاری عبد اللطیف صاحب کو نائب امیر حلقہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ بتعمیل ارشاد گرامی تا ہنوز ہفتہ وار مجالس کا انعقاد حضرت قاضی صاحب موصوف اور حضرت حافظ صاحب موصوف کی سرگرمی میں بعد نماز مغرب مسجد دو دروازہ سیالکوٹ میں ہوتا ہے جس میں شہر اور چھاؤنی کے احباب ذوق و شوق سے شامل ہو کر داخل حسنات ہوتے ہیں جن کی تعداد ۲۵-۳۰ ہوتی ہے۔

مجالس کافی بارونق و بابرکت ہوتی ہیں۔ لہٰذا یارانِ طریقت سے التماس ہے کہ مقام و وقت مقررہ پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں تشریف لا کر حق تعالےٰ کی رضا اور حضور قبلۂ عالم اعلیٰحضرت امیر ملت رض کے روحانی فیضان سے بہرہ یاب ہونے کے لیے شامل مجالس ہوں۔

منجانب امیر حلقہ
کلیم جماعتی مجددی

•

آج تاریخ ۲ر جون ۶۱ء جمعہ مسجد دو دروازہ شہر سیالکوٹ میں بعد نماز مغرب بقیادت جناب حافظ قاری عبد اللطیف صاحب مجلس ختم شریف و حلقہ ذکر منعقد ہوا۔ اولاً ختم خواجگان پڑھا، پھر حسب معمول حلقۂ ذکر منعقد ہوا جس میں شہر اور چھاؤنی کے ۲۵ یارانِ طریقت نے شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس سلسلہ خیر و برکت کو دائم و قائم رکھے اور یارانِ طریقت کو ان مجالس کی برکت سے دارین میں فائز المرام کرے۔

آج تاریخ ۹۔ جون ۶۱ء جمعہ، بعد نماز مغرب بقیادت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب بمقام مسجد دو دروازہ شہر سیالکوٹ میں مجلس ختم شریف و حلقہ ذکر

منعقد ہوا ختم خواجگان پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا گیا اور پھر حلقۂ ذکر منعقد ہوا جس میں ۲۵ یارانِ طریقت نے شرکت کی اور برکات سے مستفیض ہوئے۔

آج بتاریخ ۱۰ جون ۱۹۶۱ء جمعہ مسجد دو دروازہ شہر سیالکوٹ میں بقیادت قاضی شمس الدین صاحب مجلس ختم شریف و حلقہ ذکر منعقد ہوا۔ ختم خواجگان پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اور امت مسلمہ، جانشینان و خانوادہ اعلیٰ حضرت امیر ملت و جملہ یارانِ طریقت کے لئے دعائے خیر کی گئی۔

منجانب
کلیم جماعتی مجددی

●

جماعتی بجلی کا کرنٹ مہوبا میں
ورودِ مسعود حضرت عظیم البرکت حاجی الحرمین الشریفین صوفی محمد طاہر صاحب

ہم چند یارانِ طریقت قبلہ حاجی صاحب سے آگرہ میں داخل ہوئے تھے، آپ کی دعاؤں اور خاص نظرِ کرم سے بفضلہ راقم الحروف کا تبادلہ اپنے وطن مہوبہ کا ہو گیا۔ یہاں آنے کے بعد اس ناچیز کا دل ہمیشہ آپ کی دید کا مشتاق رہتا اور اس بات کا متمنی تھا کہ آپ کی خاکِ پا سے مہوبہ کی سرزمین اور خاص طور سے خادم کا غریب خانہ نیاز حاصل کر سکے، ہم اپنے کو بڑا ہی خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ ہماری محبت اور ہمارے دل کی بیقراریاں جو عرصہ سے قبلہ و کعبہ کی دید کی مشتاق تھیں اپنی مراد کو پہونچیں۔ وہ اس طرح کہ خادم نے مئی کی تاریخ ۱۷ کو قبلۂ عالم مولانا الحاج حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا سالانہ عرس اہتمام سے کیا، اور سرکار مراد آبادی حضرت قبلہ حاجی محمد طاہر صاحب کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ اب اس ناچیز غلام پر حضرت کی سالانہ عرس میں شرکت فرما کر کرم فرمائی کیجائے، راقم الحروف کی اس درخواست کو قبلۂ عالم رح کے طفیل میں منظور فرمایا گیا۔ اور قبلہ حاجی صاحب صوفی فخرِ مراد آباد نے ۱۶ مئی ۱۹۶۱ء کی کڑکڑاتی دھوپ اور گرمی میں مہوبہ کی تپتی ہوئی پہاڑی سرزمین کو رونق بخشی اور آپ مراد آباد سے لکھنؤ بذریعہ ٹرین ۵ بجے صبح پہنچے وہاں سے ۶ بجے بس پر سوار ہو کر ۱ بجے دوپہر کو مہوبہ تشریف لائے اور اس طرح سے ہم لوگوں کے باغِ امید میں ایک نئی بہار آ گئی امیدوں کی کلیاں کھل اٹھیں۔

چونکہ حضرت نے اپنے آنے سے قبل ہم لوگوں کو مطلع فرما دیا تھا اس لئے ہم لوگ اور دوسرے بہت سے عقیدت مند حضرات کے استقبال کے واسطے موضع ... پر پہنچے، ایک بجے آپ کی بس سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی ہم لوگ عقیدت کے جوش میں بس کے پیچھے بھاگتے گئے آخر بس رکی اور ہم لوگ بس کے اندر داخل ہوئے جونہی حضرت کی نظر مجھ ناچیز پر پڑی تو گلے سے لگا لیا اس کے بعد راقم الحروف رکشہ پر حضرت کے ہمراہ بیٹھ کر غریب خانہ پر آیا۔ دوسرے عقیدت مند حضرات رکشوں اور سائیکلوں پر پیچھے پیچھے آ رہے تھے، حضرت آتے ہی مخلوقِ خدا کی خدمت میں لگ گئے مرد اور عورتیں اپنی اپنی حاجتیں لئے ہوئے دربارِ عالی میں حاضر تھے۔

۱۷ مئی ۱۹۶۱ء کو بعد نماز فجر قرآن خوانی شروع ہوئی شام کو ۴ بجے نعت خوانی کا پروگرام رہا اور ۵ بجے شام تک ختم خواجگان پڑھا گیا بعد نماز مغرب فاتحہ، قل شریف اور ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا گیا۔ عشاء کے بعد قبلہ و کعبہ جناب حاجی صوفی محمد طاہر صاحب

کی زیر صدارت ایک جلسہ تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا حاجی عبدالقدیر صاحب نے تلاوت قرآن پاک فرمائی بعدہٗ صوفی محمد طاہر صاحب نے آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ کونوا مع الصادقین سے اپنی پر اثر و کیف آفریں تقریر شروع فرمائی جن کو لوگ بڑے ذوق و شوق سے سن رہے تھے! اور بہت متاثر ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بہت لوگوں نے داخل سلسلہ ہونے کی درخواست کی، حضرت نے ان کو داخل سلسلہ کیا، دوسرے شام کو چار بجے زنانہ حلقہ اور ۵ بجے شام کو مردانہ حلقہ ہوا۔

میرے قبلہ حاجی حضرت صوفی محمد طاہر صاحب نے اس ناچیز غلام کو جو کسی قابل نہ تھا اور بالخصوص اس بوجھ کے اٹھانے کے لائق نہیں تھا میر حلقہ مقرر کیا اور ختم خواجگان کی بھی اجازت مرحمت فرمائی، ساتھ ہی ساتھ مراقبہ کو حلقہ، کرانے کی اجازت دی گئی۔ آپ نے رسالہ "انوار الصوفیہ" کے خریدنے کی بھی ترغیب دی، اب مجھے امید ہے کہ موہوبہ میں بہت لوگ اس متبرک رسالہ کو منگا کر فیض یاب ہوں گے۔

خادم سرکار
قاضی سید محمد حسین نقشبندی جماعتی مہوبوی
خریدار رسالہ (مہوبا ضلع ہمیر پور یوپی بھارت)

●

سالانہ عرس شریف موضع موہال

موضع موہال ضلع جہلم میں میاں فضل کریم ولد علم دین کے اہتمام سے ۲ محرم مطابق ۱۶ جون بروز جمعہ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس شریف ہوا۔ کرسی صدارت کو حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ پیر سید لشیر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ نے زینت بخشی، گرد و نواح سے بکثرت یاران طریقت آئے ہوئے تھے۔ شام کے وقت سب کو کھانا کھلایا گیا پھر نماز عشاء با جماعت ادا کی گئی بعد ازاں جلسہ گاہ میں جس کو جھنڈیوں اور گیسوں کی روشنی سے خوب سجایا گیا، قرآن شریف کی تلاوت کے بعد جلسہ شروع ہوا جناب گلفروش صاحب اور جناب صابر حسین صاحب اور دیگر نعت خوانوں نے وجد آفریں نعت خوانی کی۔ اور مولانا غلام رسول گوہر نے فضائل اولیاء پر تقریر کی، بعد ازاں حضرت ممدوح القدر نے یاران طریقت کے اتفاق پر۔ ایک مختصر مگر بہت مؤثر تقریر فرمائی۔ ازاں بعد تقریباً ۲ بجے جلسہ سلام و قیام پر برخاست ہوا۔ جلسہ میں عالیجناب زبدۃ العارفین مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب کی طرف سے میاں فضل کریم بانی جلسہ کے سر پر دستار بندی کی مبارک رسم ادا کی گئی۔

●

ارتحال

ہماری پیر بہن مسماۃ بچلاں بی بی زوجہ مولوی محمد حسن صاحب جماعتی نوری موضع دھنیالہ ضلع جہلم، ۲۶ جیسا کھ کو فوت ہو گئی تھیں۔ جملہ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ مرحومہ کیواسطے دعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین

●

سالانہ عرس شریف موضع دھنیالہ

موضع دھنیالہ ضلع جہلم میں مؤرخہ ۲۰ جون زیر نگرانی مولانا الحاج پیر سید لشیر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی صدارت میں حضرت امیر ملت علی پوری قدس سرہٗ کا سالانہ عرس شریف بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام

سے ہوا۔ مضافات اور گردو نواح کے یارانِ طریقت نے بکثرت شمولیت کی، جلسہ عشاء کی نماز کے بعد باہر کھلے میدان میں ہوا۔ جلسہ گاہ جھنڈیوں اور گیس کی نور پاش روشنی اور خوبصورت سٹیج اور کرسیوں سے سجایا ہوا تھا۔ لوگوں کی نشست کے واسطے دور تک دریاں اور صفیں بچھی ہوئی تھیں حضرت مولانا حکیم ولایت علی صاحب موضع چک جال نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض کو سرانجام دیا۔ سب سے پہلے سید منگ علی شاہ صاحب خطیب جامع مسجد دھنیالی نے قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھا، بعد ازاں جناب گلفروش صاحب نے جناب ممدوح الصدر کی شان میں ایک پنجابی قصیدہ اور پھر ایک نعت شریف پڑھی۔ بعد ازاں جناب صابر حسین نے وجد آفرین نعت خوانی کی، بعد ازاں جناب ممدوح الصدر مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین صاحب نے شہادت کے موضوع پر بصیرت افروز اور ولولہ انگیز تقریر تقریباً ۲ گھنٹہ فرمائی: بعد ازاں جناب مولانا حضرت عبدالعزیز صاحب خضری خطیب جامع مسجد اریا نے فضائل صحابہ پر ایک مبسوط اور نہایت مؤثر تقریر فرمائی ازاں بعد مولوی غلام رسول صاحب گوہر مدیر ماہنامہ انوار الصوفیہ نے حُبِ اہلِ بیت کے موضوع پر نہایت مؤثر اور فاضلانہ تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے، پھر ایک دو نعتوں کے بعد یہ مبارک جلسہ رات کے ۲ بجے سلام و قیام اور دعا پر ختم ہوا۔

دوسرے روز بوقت صبح عالی جناب پیر سید بشیر حسین صاحب مدظلہ العالی کے ارشاد کے مطابق، انجمن خدام الصوفیہ کی تشکیل کی گئی جس کے واسطے مندرجہ ذیل عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا :-

(۱) صدر، سید رنگ علی شاہ صاحب جماعتی نوری

(۲) جنرل سیکرٹری، جناب محمد صادق صاحب؛

(۳) خزانچی، چوہدری غلام حسن صاحب؛

(۴) معاونین، چوہدری نواب خاں، مستری احمد دین میاں عبدالکریم، چوہدری فضل حسین صاحبان۔

اسی روز شام کو مائی فاطمہ صاحبہ نے چاولوں کی ایک دیگ پکوا کر حضرت امیرِ ملت رضی اللہ عنہ کا ختم شریف دلایا۔

●

ماہ جون میں مندرجہ ذیل احباب نے خریدار عطا کرکے ماہنامہ انوار الصوفیہ کی اعانت فرمائی :-

مولانا الحاج حافظ پیر قاری سید بشیر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری (۲۰ خریدار)

مولانا الحاج صوفی محمد طاہر صاحب مراد آبادی ۔ ۳ خریدار

مولانا منشی عمر دین صاحب جماعتی نقشبندی وکیل بیکانیر (۳ خریدار)

حاجی نور محمد صاحب شاعر انوار الصوفیہ شہر جتوئی مظفر گڑھ (۲ خریدار)

جناب عبد الرشید صاحب موضع جھنگ اراثیاں ضلع شیخوپورہ (۲ خریدار)

●

نوٹ :- دینی مدارس کے غریب طلبہ کے بکثرت خطوط موصول ہوتے ہیں۔ کہ ان کے نام زکوٰۃ فنڈ سے ایک سال کے لئے رسالہ انوار الصوفیہ جاری کیا جائے۔ اس لئے مخیر حضرات اس طرف توجہ فرماکر زکوٰۃ و صدقات سے ان کے نام رسالہ جاری کروائیں۔ جو حضرات اس مد میں رقم ارسال فرمائیں گے ان کا نام اور جن طلبہ کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا ان کا نام رسالہ انوار الصوفیہ میں بصد شکریہ شائع کیا جائیگا۔

●

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ؛

سیرت نامہ اسلام جلد اوّل و ثانی و ثالث میرے سامنے ہے۔ یہ نورانی اور مبارک تصنیف حضرت مولانا علامہ مفتی پیر محمد خاں صاحب مہتمم خطیب جامع مسجد چھانگا مانگا کی ہے۔ جس کو ماہنامہ اسلام کی بحر میں حضرت مولانا نے مستند و معتبر قابل اخذ و وثوق روایات کی روشنی میں منظوم فرمایا ہے۔ گویا صفحہ قرطاس پر گراں قدر موتیوں کو نظم کی صورت میں پرو کر دکھایا گیا ہے۔ جلد اوّل میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے بعثت تک، اور جلد ثانی میں ہجرت سے جنگ احد تک، اور جلد ثالث میں احزاب سے وصال تک کے حالات درج ہیں۔ مولانا مدظلہ العالی نے اس سیرت کی تصنیف میں جو محنت اور دماغ سوزی کی ہے، قابل داد ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ یہ سیرت نامہ خود بھی پڑھنا چاہیئے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھانا چاہیئے۔

ملنے کا پتہ :- مکتبہ ہمدم چھانگا مانگا۔ ڈاکخانہ خاص تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔ یا مکتبہ انوار الصوفیہ قصور۔

●

آب زلال پہلا حصہ۔ یہ کتاب قرآن حکیم کے پارۂ اوّل کے منظوم مطالب و مفاہیم کا مرقع اور اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس کے ناظم جناب سید شمیم صاحب رجنہ ایم اے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں ایک صفحہ پر قرآن کی آیات لکھکر ان کا اردو نثر

میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بالمقابل دوسرے صفحہ میں اس کی تفسیر یا اس کے مفہوم کو اردو نظم میں لکھا ہے۔ اشعار و ادبیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائٹل دیدہ زیب ہے۔ قیمت مجلد عہ مندرجہ ذیل پتہ سے خریدیں :-

۱ - ادارہ تصنیف و تالیف اسلامیہ ۱۸۷ ایبٹ روڈ لاہور۔

۲ - مکتبہ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور

بقیہ حال و قال

ہو رہی ہے۔ اور آپ کے مزار پر انوار کا کام بھی مولانا الحاج سراج الملت سجادہ نشین علی پور کی سرپرستی میں شروع ہو گیا ہے۔ حضور کے مزار کی تعمیر کیواسطے مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ نے حضرت سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں ایک لاکھ روپیہ کی خطیر رقم پیش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج و مراتب کو بلند فرمائے۔ جملہ یارانِ طریقت اور حضور کی معنوی اولاد کو بھی مزار شریف کی تعمیر میں پورا پورا اور قابلِ اعتماد تعاون کرنا چاہیئے (ادارہ)

ہمارے محسن کرم فرماؤں اور دوستوں نے گزشتہ ماہ ستمبر ۱۹۷۱ء میں سالانہ چندہ مبلغ ۵/- روپے ادا کر کے رسالہ کی خریداری منظور فرمائی تھی۔ ان کے سالانہ چندہ کی میعاد ماہ اگست میں ختم ہو جائے گی۔ پھر ماہ ستمبر آئندہ سے ان کا رسالہ کا نیا سال شروع ہوگا۔ ان کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ وہ خود بخود یا دفتر سے اطلاع ملنے پر فوراً آئندہ سال کا چندہ ارسال فرما دیں۔ ورنہ بعد از انتظار ماہ ستمبر کا رسالہ ان کی خدمت میں وی پی کر کے بھیجا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا اخلاقی فرض ہے۔

نیز عرض ہے

کہ محکمہ ریلوے کے چند آفیسر ہیں جن کے نام ان کے بزرگوں نے رسالہ انوار الصوفیہ اس امید پر جاری کروا دیا تھا کہ وہ خود بخود چندہ بھیجدیں گے لیکن افسوس صد افسوس کہ رسالہ کا ایک سال ختم ہو رہا ہے انہوں نے ابتک بھی چندہ ارسال نہیں کیا۔ حالانکہ وہ بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔ مہربانی فرما کر وہ گزشتہ سال کا اور آئندہ سال کا چندہ مبلغ دس روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ اگر آئندہ سال کی خریداری منظور نہ ہو تو ہمیں اطلاع بھیجدیں تاکہ بصد افسوس ان کا نام کاٹ دیا جائے۔

(مدیر)

ہمارے بعض نئے خریدار جن کا چندہ مولانا الحاج پیر سید حمید حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی وساطت سے موصول ہوا ہے اور ان کی خدمت میں اپریل مئی اور جون کا پرچہ نہیں پہنچا ان کی میعاد خریداری

رسالہ ہمارے تصور کی جائے گی۔ اور آئندہ جون ۶۲ء تک ان کو ۱۲ رسالے بھیجے جائیں گے۔ چندہ وصول کرنے کے بعد جو تین ماہ کے رسالے ان کو نہیں پہنچے ہیں۔ اس کوتاہی کی ہم ادارے معافی چاہتے ہیں:۔

خلفاءِ راشدین

اور

اہلِ بیت کرام کی فضیلت کا نقشہ

جملہ اہلِ سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمت اور تمام صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد بترتیب خلافت حضرت عمر فاروق اور پھر حضرت عثمان ذی النورین، اور پھر حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین افضل ہیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہے آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب الزاہد۔ الجواد۔ الحلیم ہے۔ آپ بارعب اور صاحب وقار تھے۔ آپ نے مدینہ منورہ سے پا پیادہ بیس حج کیے حالانکہ عمدہ نسل کے گھوڑے آپ کے ساتھ تھے۔ دو مرتبہ آپ نے اپنا سارا مال فی سبیل اللہ لٹا دیا، اور تین مرتبہ آدھا مال۔ آپ کی سب سے بڑی فضیلت عام مسلمانوں کی خون ریزی کے خوف سے خلافت کا امیر معاویہ کے حوالے کرنا اور ان سے صلح کرنا ہے۔ حالانکہ امیر معاویہ سے جنگ کرنے کی آپ میں قوت تھی۔ آپ کے بعد سب سے افضل آپ کے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو کوفہ کے قریب میدانِ کربلا میں جمعہ کے دن دسویں محرم ۶۱ھ کو چھپن برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ اس دن آسمان کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ اور خون کی بارش ہوئی۔ جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی انجام کار اللہ نے ان کو گوناگوں عذاب و آلام کے شکنجہ میں کسا اور کُتے کی موت مارا۔ ان کے بعد سب سے افضل ان کے بیٹے زین العابدین رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقر رض پھر ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر صادق، ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظم، ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضا رض ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی رض ان کے بعد ان کے بیٹے علی النقی رض پھر ان کے بیٹے علی عسکری رض پھر ان کے بیٹے محمد القاسم جو امام مہدی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور آخیر زمانے میں ظہور کریں گے وسب سے افضل ہیں۔

•

نکتہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عروس المملکت ہیں۔ یعنی حکومت، نبوت کے مرادف ہیں۔ سردار کو کبھی تاج کی، کبھی پگڑی کی، کبھی کمربند کی، کبھی تلوار کی حاجت ہوتی ہے۔ سو حضرت ابوبکر صدیق آپ کا تاج، اور حضرت عمر فاروق آپ کی پگڑی، اور حضرت عثمان آپ کی کمربند اور حضرت علی آپ کی تلوار تھے۔ ان میں سے کسی ایک کی نفی کرنی مملکتِ نبوت کی توہین و تنقیص کے مترادف ہے۔

اخبار و احوال

آستانہ عالیہ جماعتیہ نقشبندیہ

علی پور شریف

منبع رشد و ہدایت آفتاب سپہرِ ولایت مولانا الحاج سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب ادام اللہ بقائہٗ کو چند دن بخار آتا رہا ہے اس واسطے طبیعت پہر بہت کمزور ہو گئی ہے۔ بلغم اور کھانسی سے نسبتاً آپ کو افاقہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور آپ کا ظلِ ہمایوں ہم پر قائم رکھے آمین۔

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا الحاج حضرت شمس الملت حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کو عرس شریف کے ایام میں ضیق النفس کا عارضہ ہو گیا تھا۔ ساتھ بخار بھی تھا طبیعت بہت نحیف ہو گئی تھی۔ الحمد للہ اب آپکو بالکل افاقہ ہے۔ اور آپ آجکل حیدر آباد دکن تشریف فرما ہیں۔

رابعۂ وقت جملہ حضرت سیدہ بوجی صاحبہ بھی ایک طویل عرصہ سے بیمار رہتی ہیں، لہٰذا بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صحتِ کلی عطا فرمائے۔ مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید انور حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید مقدر حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید اولاد حسین شاہ صاحب اور مولانا الحاج پیر سید احمد حسین شاہ صاحب مدظلہم و دیگر جملہ صاحبزادگان خورد و کلاں علی پور شریف رونق افروز ہیں۔

مزار مقدس کی تعمیر شروع ہو گئی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ اس کو بہت جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اس کی تکمیل کے واسطے جملہ عقیدتمندوں کو توفیق عطا فرمائے آمین۔

مدرسہ نقشبندیہ میں علم و عرفان کا سمندر بہہ رہا ہے۔ تشنگانِ علوم دینیہ حدیث، تفسیر، فقہ، اور دوسرے علوم و فنون سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فیض کے اس چشمہ کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین؛

REGD. L NO. 7478

ANWAR-UL-SUFIA

KASUR